# نعم الوجیز فی اعجاز القرآن العزیز

علامہ عبدالعزیز پرہاروی

مترجم: ابو محمد عبدالواحد کبیری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلرَّحۡمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ﴿۲﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ ﴿۴﴾

پس میں رحمٰن کی نعمتوں پر اس کی حمد کرتا ہوں اور اس کے انبیاء میں سے سب سے زیادہ حمد کرنے والے عرب وعجم میں سب سے زیادہ فصیح وبلیغ، صاحبِ جوامع الکلم پر اور ان کی آل، دوستوں اور احباب پر درود پڑھتا ہوں بہر حال حمد وصلوٰۃ کے بعد علم بلاغت عظیم مرتبے والا ہے کیونکہ یہ کتاب کریم (قرآن مجید) کے اسرار کو کھولتا ہے تو عبدالعزیز بن احمد نے ارادہ کیا علم بلاغت کے اصولِ مسائل کی تلخیص کا جو اسکے دلائل اور شوروغل سے خالی ہو تو تم "نعم الوجیز فی اعجاز القرآن العزیز" کو لو اور اللہ ہی سے میں مدد کا طلبگار ہوں اور وہ بہترین مددگار ہے۔

**مقدمہ فی فوائد**

**فائدہ نمبر ۱:**

کلمہ فصیحہ وہ ہے جو تنافر، غرابت، اور شذوذ سے خالی ہو۔

**تنافر کی تعریف:**

تنافر کلمہ کے نطق میں تنگی کو کہتے ہیں جیسے: ھِعْخَعُ۔

البتہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "فَسَبِّحۡہ" تو یہ ان میں سے ہے جن کی مثل سے فصحاء کا کلام خالی نہیں ہوتا (تو قرآن کے بعض کلمات میں تنافر لازم نہ آیا)۔

**غرابت:**

کلمہ کے معنیٰ کا اہل لسان پر مخفی ہونا ہے۔

بہر حال حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا اللہ تبارک تعالیٰ کا فرمان: "وَفَاکِھَۃً وَّاَبًّا" میں "الاَبُّ" کے معنی کو نہ جاننا اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما

کا "الغسلین، حنانا، اواہ اور الرقیم "اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ(ہود:75)، اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (توبہ:114) کے معنی کو نہ جاننا وہ اس وجہ سے تھا کہ قرآن پاک عرب کے مختلف قبائل کی لغات سے ہے، اور اس کے تمام کلمات اپنے اپنے علاقوں میں معروف تھے۔ (لہذا قرآن میں غرابت والے کلمات لازم نہ آئے)۔

## شذوذ کی تعریف:

شذوذ کلمہ کا قوانینِ لغت و صرف سے نکل جانا۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کے فرمان اَفَلَمْ يَايْــَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَاۤءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا (رعد:31) میں " اَفَلَمْ يَايْــَٔسِ "، "افلم یعلم" کے معنی میں ہے۔ تو یہ نخع کی لغت سے ہے۔ (لہذا قرآن میں شذوذ نہیں)۔

## کلام فصیح کی تعریف:

کلام فصیح وہ ہے جس کے کلمات فصیح ہوں اور تنافر، تعقید اور شذوذ سے خالی ہو۔

کلام میں تنافر کی مثال جیسے: "لیس قرب قبر حرب قبر" حالانکہ اس کے کلمات فصیح ہیں۔

## تعقید کی تعریف:

معنی کو سمجھنا دشوار ہو اب وہ تعقید یا تو لفظی ہو گی تقدیم و تاخیر یا حذف کے سبب یا معنوی ہو گی قرائن خفیہ کے ساتھ ساتھ لوازم بعیدہ کو مراد لینے کی وجہ سے۔

ایک قول کے مطابق فصاحتِ کلام یہ ہے کہ کلام کانوں میں بلا اجازت داخل ہو جائے اور اس کا معنی سماع سے قبل ہی سمجھ لیا جائے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کا فرمان يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ (المائدہ:106) ہے۔ اس میں اس شخص کے لیے کوئی تعقید نہیں جو سبب نزول کو جانتا ہے اگرچہ قرآن کے مضامین اعراب، نظم اور حکم کے اعتبار سے مشکل ترین ہیں۔

**شذوذ کی تعریف:**

کلامِ فصیح میں شذوذ یہ ہے کہ وہ کلام قوانینِ علم نحو کے مخالف ہو بہر حال فرمان باری تعالیٰ اِنْ ھٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ (طہٰ:63)۔

یہ اس قبیلہ کی لغت پر ہے جو تثنیہ کی بناء تینوں حالتوں رفعی نصبی، جری میں "الف" رکھتے ہیں۔یا پھر یہاں اِنَّ یہ بمعنٰی "نعم" کے ہے۔

لہٰذا قرآن پاک شذوذ سے پاک اور قوانین نحو کے خلاف بھی نہیں ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو روایت کیا گیا کہ "ان فی القرآن لحنا" [1] یعنی قرآن پاک میں غلطیاں ہیں تو یہ روایت درست نہیں یا پھر مؤول ہے۔

**فائدہ نمبر2:۔**

**بلاغت کلام کی تعریف:۔**

بلاغتِ کلام، کلام کا فصیح اور معنی مطلوب کے مطابق ہونا لہٰذا کلام کو کبھی مقتضئی حال پر مؤکد کیا جاتا ہے اور کبھی بغیر تاکید کے لایا جاتا ہے کبھی اس میں اطناب کبھی ایجاز کبھی فصل اور کبھی وصل ہوتا ہے۔

**بلاغت کے مراتب:۔**

اس کے کئی مراتب ہیں سب سے اعلیٰ مرتبہ وہ اعجاز ہے جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے کلام کے ساتھ خاص ہے۔

تو قرآن صفحہ ہستی پر باقی رہنے والا معجزہ ہے اہل عرب نے اپنی کوششوں کو اس کی سب سے چھوٹی سورت کے معارضہ میں خرچ کر دیا تو وہ نہ لاسکے مگر چٹکلے لطیفے جیسے کہ انکا یہ قول "الفیل و ماالفیل وما ادراك ماالفیل له ذنب وثیل وخرطوم طویل " ہاتھی اور کیا ہے ہاتھی اور تونے کیا جانا ہاتھی کیا ہے اس کی کمزور دم ہے اور لمبی

---

1: شرح الہدایۃ للامام ابو العباس احمد بن عمار ص:419، مکتبہ الرشد ریاض

سونڈ ہے۔

اسی طرح ان کا قول "والزارعات زرعا فالحاصدات حصداً فالطاحنات طحناً فالخابرات خبراً" کاشت کرنے والیوں کی قسم پھر کاٹنے والیوں کی قسم پھر پیسنے والیوں کی قسم پھر روٹیاں پکانے والیوں کی قسم

فائدہ نمبر 3:۔

عربی سلیقہ والے بلاغتِ قرآن کو اپنے فطری ذوق سے جان لیتے ہیں اور جو غیر عربی ہیں تو وہ اُس علم کی مشق سے جان لیتے ہیں جس علم کو امام عبد القاهر جرجانی نے عبارات بلغاء میں تتبع سے مستنبط کیا ہے اور اس کا نام علمِ بلاغت ہے۔ تو جب سمجھ دار ذہین شخص اس علم کی مشق کرتا ہے تو اس میں ایک ملکہ پیدا ہو جاتا ہے جو اس عربی سلیقہ کے مشابہ ہوتا ہے لیکن "این التکحل من الکحل ؟" (آنکھوں کا سرمگیں ہونا کہاں اور کہاں سرمہ لگانا؟ مطلب یہ کہ اسباب خارجیہ اور تکلف سے زینت اختیار کرنا زینتِ اصلیہ کی طرح نہیں ہو سکتا تو اسی طرح تکلف، مشقت سے سلیقہ پیدا کرنا یہ بھی فطری سلیقہ کی طرح نہیں ہو سکتا۔)

فائدہ نمبر 4:۔

آپ جان چکے کہ بلاغت کے دو رکن ہیں ان میں سے پہلا رکن فصاحت ہے اور جب غرابت کو لغت، شذوذ کو علم صرف، تنافر کو وجدان سے اور حاسہ لسان سے اور تعقید لفظی کو نحو سے جان لیا جاتا ہے تو حاجت نہ رہی صرف اُس سے بحث کرنے کی جو تعقید معنوی سے محفوظ رکھے اور وہ علمِ بیان ہے دوسرا رکن مقتضی حال کی مطابقت ہے اور اس کو علمِ معانی سے جانا جاتا ہے تو علمِ بلاغت ان ہی دو علموں میں منحصر ہو گیا۔ اور کلام بلیغ میں جو امور پائے جاتے ہیں وہ اِس کے حسن کو زائد کرتے ہیں ان امور کے علم کا نام علمِ بدیع رکھا جاتا ہے اور یہ علوم ثلاثہ تین ابواب مشتمل ہیں۔

# الباب الاول

# الباب فی علم المعانی

اس باب کو اس کی کثیر مباحث کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے۔ اور یہ چند فصول پر مشتمل ہے۔

## الفصل الاول فی مباحث النکرة والمعرفة

**البحث الاول:۔**

پہلی بحث ضمیر مخاطب کے بارے میں ہے خطاب میں اصل یہ ہے کہ مخاطب معین ہو (مخاطب معین واحد ہو تو ضمیر بھی واحد وہ تثنیہ یا جمع تو یہ بھی تثنیہ جمع ہو) کبھی اس اصل کی مخالفت کی جاتی ہے چند وجوہات کی وجہ سے:

**وجہ اول:۔**

معاملہ کے بڑا ہونے اور شدتِ ظہور کی وجہ سے واحد کی ضمیر کو ہر مخاطب کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے: **اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ** (لقمان: 31) اور **وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ** (انعام: 27)، **وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْكًا كَبِیْرًا** (الدھر: 20)

**وجہ ثانی:۔**

کبھی کبھی مخاطب واحد کو تعظیم کی بناء پر جمع کیساتھ خطاب کیا جاتا ہے اور یہ صورت نادر ہے جیسے: **رَبِّ ارْجِعُوْنِ** یعنی: ارجعنی

ایک قول یہ ہے کہ یہاں خطاب بادشاہ کو ہے جب ڈر سے اس کے ہوش اڑ گئے تو وہ مبہوت ہو گیا۔ بہر حال ان کا یہ قول "فَارْحَمُوْنِیْ یَا اِلٰهَ مُحَمَّدٍ ﷺ" تو یہ مُولد ہے (وہ عربی لفظ جس کا استعمال تبدیل ہو گیا اور نئے معنٰی متعین کر لیے گئے مراد نئی چیز "ایک معنی متاخرین شعراء بھی ہے") دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا (مطلب یہ کہ اس

طرح کے قول کی بناء پر اس صورت کو ندرت سے نکال کر مستعمل کرنا درست نہیں)
البتہ ضمیر متکلم میں واحد کو جمع سے تعبیر کرنا شائع وذائع ہے جیسے: نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ
(یوسف:3) اور اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ (نساء:105)

وجہ ثالث:۔

واحد کو تثنیہ سے خطاب کرنا جیسے: اَلۡقِيَا فِىۡ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيۡدٍ (ق:24)
اسی طرح امراء القیس کا قول "قِفَا نَبْكِ من ذكرىٰ حبيب و منزلٖ" اخفش کا قول
یہ ہے کہ یہاں الف تثنیہ تاکید کے لیے ہے اور اصل قِفْ، قِفْ تھا۔ تو ضمیر تثنیہ کو
اس قف قف کے مرتبہ میں اتار دیا۔

البحث الثانی:۔

دوسری بحث ضمیر غائب کے بارے میں ہے ضمیر غائب کا مرجع ضروری ہے یا تو
صراحۃً مقدم ہوگا جیسے: ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ یا ضمناً ہوگا جیسے: "اِعۡدِلُوۡا هُوَ اَقۡرَبُ
لِلتَّقۡوٰى‌ (المائدہ:8)" یا حکماً ہوگا جیسے: "اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ‌ۚ (قدر:1)" مراد
قرآن ہے جس کو مذکور کے مرتبہ میں اتارا گیا" اور ضمیر غائب لے آئے "یا ضمیر سے
لفظاً مؤخر ہوگا نہ کہ رتبۃً تاکہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے۔ جیسے: فَاَوۡجَسَ فِىۡ نَفۡسِهٖ
خِيۡفَةً مُّوۡسٰى‏ (طٰہٰ:67)

ایک ضعیف قول یہ ہے کہ ضمیر غائب کا مرجع لفظاً اور رتبۃً دونوں طرح مؤخر
ہوسکتا ہے جیسے کہ ضمیر شان وقصہ اور تحقیق یہ ہے کہ یہ ضمیر ان دونوں کی طرف راجع
ہوتی ہے منوی ہونے کی حالت میں اور جملہ کے ساتھ تفسیر کی حالت میں تاکہ اس کے
معنی کی تعظیم پر ان کے ذکر سے دال ہو پہلے اجمالاً پھر تفصیلاً (لہٰذا ان کا مرجع مؤخر نہ ہوا
بلکہ جب منوی ہے تو حکماً مقدم ہوا)

جب ضمائر پے در پے ہوں تو احسن یہ ہے کہ ان کا مرجع ایک ہو اور زمخشری کا
گمان یہ ہے کہ انتشار ضمائر کلام کو بلاغت سے خارج کر دیتا ہے۔ لیکن میری (یعنی

عبد العزیز پرہاروی) رائے یہ ہے کہ میں اس کو انتشار ضمائر کے اخوات کے مواضع استعمال کے ساتھ مخصوص گمان کرتا ہوں (یعنی یہ بلاغت سے خارج نہیں ہو سکتا البتہ جہاں جہاں یہ واقع ہے بس اسی کے ساتھ خاص ہے اس پر قیاس کر کے مزید اجازت نہ دی جائے کیونکہ احسن یہ ہی ہے کہ انتشار ضمائر نہ ہو)

انتشار ضمائر جیسے کہ قرآن پاک میں فرمان الٰہی ہے: وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ (شمس:5-6-7) اور اللہ کا فرمان: لَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ۝ (الکھف:22)

**البحث الثالث:۔**

تیسری بحث عَلم کے بارے میں ہے۔ علم کو اس لیے ذکر کیا جاتا ہے تاکہ وہ شخص ما عدا سے ممتاز ہو جائے یا پھر لذت حاصل کرنے کے لئے علم کو ذکر کرتے ہیں جیسے:"اٰمنت باللہ وملائکۃ اللہ" یا تعظیم یا اہانت کے لیے ذکر کرتے ہیں جبکہ وہ لقب ہو۔

تفتازانی نے ان دونوں کی مثال یہ دی "رکب علی وھرب معاویہ" اور غلطی کی (یعنی یہ مثال دینے میں) کیونکہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ادب واجب ہے۔

یا پھر علم کو نیک فالی یا بد فالی کے لیے ذکر کرتے ہیں جیسے:"سَھْلٌ عِنْدِیْ وَحَزن عندہ" یا پھر اس معنیٰ سے کنایہ کرنے کیلئے جس کی علم صلاحیت رکھے جیسے "تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ" تو یہ اس کے جہنمی ہونے سے کنایہ ہے۔

**البحث الرابع:۔**

چوتھی بحث موصول کے بارے میں ہے اور اس کے اتنے نکات ہیں جن کا کوئی شمار نہیں ہے۔

1. صلہ کی تعیین۔ جیسے: فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ (قصص:18) اور وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِیْۤ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (بنی اسرائیل:60)

2. علم کے ذکر کو قبیح جاننا۔ جیسے: وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ (احقاف:17) یہ ایک نافرمان کافر کے حق میں نازل ہوئی۔

3. ستر کے لیے یعنی اس شخص کو چھپانے کے لیے جیسے یہی آیت اس قول پر کہ جس نے گمان کیا کہ یہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے حق میں نازل ہوئی ان کے اسلام لانے سے قبل لیکن یہ قول درست نہیں۔

4. مطلوب کو علی وجہ الاتم ثابت کرنے کے لیے۔ جیسے: وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا (یوسف:23) اس آیت میں وہ مطلوب عصمتِ یوسف علیہ السلام ہے۔ اور یہ آیت اوپر والی دو وجہوں استھجان (برا سمجھنا) اور ستر کی مثال بھی بن سکتی ہے۔

5. اختصار کے لیے۔ جیسے: وَفِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ (زخرف: 71) اور اس آیت کی مثال اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ (آل عمران:155) اور وہ تقریباً ہزار تھے۔

6. مدح کے لیے۔ جیسے: اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا (آل عمران:173)

7. ذم کیلئے۔ جیسے: اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰى ۝ وَاَعْطٰى قَلِیْلًا وَّاَكْدٰى ۝ (النجم:33-34)

8. تعظیم کے لیے۔ جیسے: اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰى ۝ (نجم: 16) اور فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ۝ (النجم:10)

9. تہویل (ہولناکی) کے لیے جیسے: فَغَشِیَهُمْ مِّنَ الْیَمِّ مَا غَشِیَهُمْ ۝ (طٰہٰ:78)

10. تحقیر کے لیے جیسے: اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ۝ (الصّٰفّٰت:95)

11. تھکم (استھزاء) کے لیے جیسے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ (الحجر:6)

12. ترحم (رحم کے اظہار) کے لیے جیسے: وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ (قصص:5)

13. اعذار (عذر) کے لیے جیسے: فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ (قصص:15)

14. تقریع (ڈانٹنے) اور رغم (مصدر ہے یا اسم، بمعنی ذلیل) کرنے کے لیے جیسے: هَذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ (الطور:14)

15. خطاء کار کی خطاء پر استدلال کے لیے جیسے: أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا (الکھف:37)

16. صلہ کے ذریعے حکم کی علت کو بیان کرنے کے لیے جیسے: إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ (نحل:124)

17. حکم کے ثبوت پر استدلال کے لیے جیسے: فَسَيَقُولُونَ مَنْ يُعِيدُنَا قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ (بنی اسرائیل:51)

18. سیاق کی مناسبت کی وجہ سے اسم موصول لے آتے ہیں جیسے: تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ (ملک:1)

البحث الخامس:۔

پانچویں بحث اسمائے اشارہ کے بارے میں ہے اسمائے اشارہ میں سے بعض کو قریب پر دلالت کرنے کے لیے لایا جاتا ہے۔ جیسے "ذا" اور بعض کو بعید کے لیے۔ جیسے: "ذالك" اور بعض کو متوسط کے لیے۔ جیسے: "هٰذا" اور "ذاك"

اور ان کے لیے مختلف نکات ہیں چند یہ ہیں:۔

1. مشار الیہ کو حسی طور پر حاضر کرنے لیے جیسے: "ذالك الكتاب" یا عقلی طور پر حاضر کرنے کے لیے جیسے: ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ (انعام:102)

2. مشارالیہ کے قرب، بُعد اور توسط کی اطلاع دینے کے لیے۔

3. اسم اشارہ بعید کے ذریعے مشارالیہ کی تعظیم کے لیے "گویا کہ وہ بلند ہے"۔ جیسے: "ذالك الكتاب"

4. اسم اشارہ قریب کے ذریعے مشار الیہ کی اہانت کے لیے "گویا کہ وہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے"۔ جیسے: وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ (عنکبوت:64)
5. اسم اشارہ قریب کے ذریعے اُس کی تعظیم کی جاتی ہے گویا کہ وہ حقدار ہے اس بات کا کہ اس کا قرب طلب کیا جائے جیسے: رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا (آل عمران:191)
6. اور کبھی اسم اشارہ بعید کے ذریعے اس کی اہانت کی جاتی ہے کہ گویا کہ وہ دوری کے لائق ہے جیسے: اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ (آل عمران:175)
7. کبھی سامع کی حماقت پر تعریض مقصود ہوتی ہے گویا کہ وہ اشارہ ہی سے سمجھتا ہے جیسے: هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (لقمان:11)

## البحث السادس:۔

چھٹی بحث مضاف کے بارے میں ہے اور اضافت کے کئی فوائد ہیں:

1. اختصار کیلئے۔ جیسے: "يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ"
2. ترحم (رحم کرنے کیلئے)۔ جیسے: قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (زمر:53) اس آیت میں عبادی سے مراد مؤمنین ہیں کیونکہ یہ بات معروف ہے کہ قرآن پاک میں جب بھی عباد کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو گی تو مؤمنین مراد ہوں گے۔
3. تعظیم کے لیے بھی اضافت کو لاتے ہیں پھر اس کی صورتیں ہیں یا تو مضاف کی تعظیم کے لیے جیسے: "ناقۃ اللہ" اور "بیت اللہ" اسی طرح سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا (بنی اسرائیل:1) اور اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ (بنی اسرائیل:65) مراد عبادی سے صالحین ہیں۔ یا پھر مضاف الیہ کی تعظیم کے لیے جیسے: رب الکعبۃ یا پھر مضاف اور مضاف الیہ کے غیر کی تعظیم کے لیے جیسے: وزیر السلطان عندی
4. تہویل (ہولناکی کے لیے) جیسے: نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى

الْاَفْـِٕدَةِ ۝ (الھمزہ:7-6)

5. تحقیر کے لیے اضافت کو لاتے ہیں اس میں بھی صورتیں ہیں:

I. مضاف کی تحقیر کے لیے جیسے: "اصحاب النار"، "اهل النار" اور "اهل البدعة" وغیرہ

II. مضاف الیہ کی تحقیر کے لیے جیسے: "ھٰذا ضارب زید"

III. مضاف اور مضاف الیہ کے غیر کی تحقیر کے لیے جیسے: "زید فی دار الیهود"

6. تعظیم پر ابھارنے کے لیے اضافت کو لاتے ہیں جیسے: وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ (احزاب:53)

7. اہانت یا بغض کیلئے جیسے: لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ (الممتحنہ:1)

8. مہربانی کے لیے جیسے: وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ (بنی اسرائیل:31)

9. تھکم (استہزاء) کے لیے جیسے: اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ۝ (الشعراء:27)

10. مجازی تعلق کی بناء پر اضافت کو لاتے ہیں جیسے: "کوکب الخرقاء" اور یہ اضافت لطافت کے ایک اعلیٰ مقام پر ہے۔

**البحث السابع:۔**

ساتویں بحث معرف باللام کے بارے میں ہے اور اس کی چار (۴) اقسام ہیں:

**القسم الاول:۔**

الف لام جنسی ہے جس میں فقط ماہیت کی طرف اشارہ ہوتا ہے قطع نظر افراد کے جیسے: "البشر خير من الملك" اور "الرجل خير من المرأة"

**القسم الثانی:۔**

الف لام استغراقی ہے جس میں تمام افراد کی طرف اشارہ ہوتا ہے پھر اسکی دو

قسمیں ہیں:

I. تمام افراد مطلقاً ہوں گے جیسے: "عالم الغیب والشھادۃ"

II. معین ہوں گے جیسے: "جمع الامیر العلماء"

الف لام استغراقی کی علامت ایک تو یہ ہے کہ ان تمام افراد کو مُعَرَّف باللام کے قائم مقام کرنا درست ہو اور دوسری علامت یہ ہے کہ الف لام کے مدخول سے استثناء درست ہو جیسے: **اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا** (عصر) اور کبھی الف لام استغراقی میں استغراق ادعائی ہوتا ہے جیسے: "زید الرجل" مراد زید رجولیت میں کامل ہے گویا کہ یہ صفت رجولیت اس سے تجاوز نہیں کرتی۔

**القسم الثالث:۔**

الف لام عہد خارجی ہے جس میں اشارہ معین کی طرف ہوتا ہے۔ اب وہ معین یا تو اس سے قبل مذکور ہوتا ہے۔ جیسے: **کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝ فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ** (المزمل: 15-16) یا پھر حاضر ہوتا ہے۔ جیسے: **اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ** (المائدہ) اور **اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰہُ عَنْکُمْ** (انفال:66)

نیز اسی طرح جو اسم اشارہ اور ایھا ندائیہ کے بعد آئے وہ بھی حاضر ہوتا ہے۔

یا پھر وہ معین فی الذہن ہوتا ہے جیسے: **اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ** (فتح:18)

**القسم الرابع:۔**

الف لام عہد ذہنی ہے جس میں جنس کے فرد غیر معین کی طرف اشارہ ہوتا ہے جیسے: **وَاَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَہُ الذِّئْبُ** (یوسف:13)

اہل معانی کہتے ہیں کہ یہ چوتھی قسم کا الف لام درحقیقت جنس کا ہی ہے الگ قسم نہیں ہے ہاں بس فرق اتنا ہے کہ اس میں قرینہ ہے جو اس پر دال ہے کہ یہاں فقط جنس مراد نہیں اور نہ ہی وہ جنس مراد ہے جو جمیع افراد کے ضمن میں متحقق ہے۔

الف لام کی یہ چوتھی قسم معنًی نکرہ ہوتی ہے وہاں اس پر لفظاً معرفہ کے احکام

جاری ہوتے ہیں جیسے کہ اس معرف باللام کا موصوف، صفت واقع ہونا مبتداء، خبر اور جملہ کے ساتھ موصوف ہونا وغیرہ۔

**البحث الثامن:۔**

آٹھویں بحث نکرہ کے بارے میں ہے اسم کو مختلف وجوہات کی وجہ سے نکرہ لایا جاتا ہے چند یہ ہیں:

1. وحدت
2. شخصیت یا نوعیت:۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: **وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ** (النور:45) یہ دونوں صورتوں کا احتمال رکھتا ہے۔ (یعنی: اگر "ماء" میں تنکیر وحدت کی ہو تو معنی ہوگا "کل فرد من فرد" اور نوعیت کی ہو تو معنی ہوگا "کل نوع من نوع"۔
3. تعظیم کے لیے نکرہ لاتے ہیں گویا کہ وہ بری ہے اس کو معرفہ لایا جائے جیسے: **وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ** (یونس:27) اور **وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ** (البقرہ:7)۔
4. تحقیر کے لیے گویا کہ وہ ایسا مجہول ہے کہ معرفہ نہیں ہوتا جیسے: **اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ** (یٰس:77)۔
5. کثرت کو بیان کرنے کے لیے جیسے: **وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ** (الفاطر:7)۔
6. تقلیل (قلت / کمی) کو بیان کرنے کے لیے جیسے: **وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ** (الرعد:26) تو اس آیت میں "متاع" میں تنکیر تقلیل کے لیے ہے اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا دوسرے مقام پر فرمان ہے "متاع قلیل" ایک قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فرمان: **سُبْحٰنَ الَّذِىْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا** (بنی اسرائیل:1) میں "لیلاً" کو نکرہ تقلیل کے لیے ہے اس گمان پر کہ رات کا ہر جزء رات ہے۔

7. معین کرنے میں فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے نکرہ لائے جیسے: اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا (یوسف:9)۔
8. نفی کے ساتھ استغراق کے افادہ کے لیے نکرہ لاتے ہیں جیسے: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (شوری:11) اور وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (انعام:164)۔
9. شرط کے ساتھ استغراق کے افادہ کے لیے جیسے: وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ (توبہ:6)۔
10. معنی شرط کے ساتھ استغراق کے افادہ کے لیے جیسے: مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ (نساء:79)۔

## البحث التاسع:۔

نویں بحث معرفہ اور نکرہ کے اعادہ کے بارے میں ہے۔

اہل معانی نے گمان کیا کہ اسم کی تعریف یا تنکیر کے بعد جب دوبارہ اس کو معرفہ لایا جائے تو ثانی وہ عین اول ہو گا جیسے: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ:5-6) اسی طرح كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۞ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ (مزمل:15-16)

اگر نکرہ کا پھر بطور نکرہ اعادہ کیا جائے تو ثانی اول کا غیر ہو گا جیسے: اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَيْبَةً (الروم:54)

تو اس آیت میں پہلے ضعف سے مراد نطفہ دوسرے سے مراد بچپن اور تیسرے سے مراد بڑھاپا ہے اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک تنگی دو آسانیوں پر ہرگز غالب نہ آئے گی۔[1]

1: نعم الوجیز کے میرے پاس دو نسخے ہیں تمام میں "ارید النطفة والطفولية والهرم" کے بعد عبارت یوں ہی ہے "لذا قال النبی ﷺ لن يغلب عسر يسرين" لیکن اس عبارت کا پہلے سے کوئی

ان آیات کے ساتھ اعتراض کیا گیا کہ ان سے مذکوہ قاعدہ ٹوٹ جاتا ہے وہ یہ ہیں:

(1) هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ ۚ (الرحمٰن:60) (2) اَنۡ یُّصۡلِحَا بَیۡنَهُمَا صُلۡحًا ؕ وَ الصُّلۡحُ خَیۡرٌ ؕ (نساء:128) (3) وَ هُوَ الَّذِیۡ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الۡاَرۡضِ اِلٰهٌ ؕ (زخرف:84)

(پہلی آیت میں معرفہ کا پھر بطور معرفہ اعادہ ہے اور ثانی اول کا غیر ہے دوسری میں صلح پہلے نکرہ پھر معرفہ ہے حالانکہ ثانی اول کا غیر ہے تیسری میں "الہ" نکرہ کا اعادہ بطور نکرہ ہے لیکن ثانی عین اول ہے) تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہ قواعد مذکورہ اکثری ہیں کلی نہیں۔

## الفصل الثانی فی التقدیم و التاخیر

جس کی تاخیر جائز ہو اس کو چند اسباب کی بناء پر مقدم کر دیتے ہیں۔

1. تعظیم کی وجہ سے جیسے مؤمنین کو مؤمنات پر، شمس کو قمر پر اور سمع کو بصر پر قرآن کریم کے کئی مقامات پر مقدم کیا گیا۔
2. مقدم سیاق کے زیادہ مناسب ہوتا ہے اس لیے مقدم کر دیتے ہیں جیسے: وَ لَکُمۡ فِیۡهَا جَمَالٌ حِیۡنَ تُرِیۡحُوۡنَ وَ حِیۡنَ تَسۡرَحُوۡنَ ۪ (النحل: 6) تو اس آیت میں "تریحون" کو مقدم کیا، کیونکہ یہ راحت کا وقت چستی کا ہے تو اس میں جمال زیادہ ہے۔
3. تقدم یہ مقدم کا مفہوم ہے اس لیے مقدم کر دیا جیسے: ثُلَّةٌ مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۳﴾

---

رابطہ نہیں یقیناً درمیان سے عبارت غائب ہے اصل میں مصنف نے دوسری مثال اس کی یہ آیت کریمہ بیان کی ہوگی "ان مع العسر یسراً فان مع العسر یسراً" پھر فرمایا: "لذا قال النبی ﷺ الخ" اب ربط درست ہوگا کیونکہ یہاں پر عسر کا معرفةً ہی اعادہ ہے اور یسر اً کا نکرۃ تو عسر سے مراد ایک عسر اور یسر سے دو مراد ہوں گے قاعدہ مذکورہ کے مطابق تو اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا "لن یغلب عسرٌ یسرین "ایک تنگی دو آسائیوں پر ہرگز غالب نہ آئے گی۔

(تفسیر کبیر جلد 11، ص:209، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔)

وَكُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (واقعہ: 39-40) اسی طرح لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ (قصص: 70) اسی طرح هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ (حدید: 3)

4. مقدم زمانہ کے اعتبار سے مقدم ہوتا ہے تو ذکر میں بھی مقدم کر دیا جیسے: لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (بقرہ: 255)

5. یا پھر طبعی طور پر مقدم ہوتا ہے اس لیے ذکر میں مقدم کر دیا جاتا ہے جیسے: مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (نساء: 3)

6. اسباب تقدیم سے ایک کثرت بھی ہے جیسے: فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ (التغابن: 2)

7. ایک سبب ترقی بھی ہے جیسے: لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً (الکہف: 49)

8. ایک سبب التدلی (مہربانی رحمت) بھی ہے۔ جیسے: "الرحمن الرحیم" کیونکہ یہ دونوں تمام اسماء سابقہ میں غالب ہیں۔

9. انہیں اسباب سے رعایتِ فاصلہ بھی ہے جیسے: وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (نوح: 16) اسی طرح فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى (النجم: 25)

10. مسند الیہ کی تقدیم سے حکم کی تقویت کا مقصود ہونا بھی سبب تقدیم ہے جیسے: "زید قام" اس میں تکرار اسناد کی وجہ سے تقویتِ حکم ہے پہلی اسناد تو مبتداء اور خبر کے مابین اور دوسری فعل اور ضمیر کے مابین ہے۔

11. اسباب تقدیم سے حصر بھی ہے اور یہ ان میں ہوگا جو تاخیر کے مستحق ہوں پھر ان کو مقدم کر دیا جائے جیسے: خبر، مفعول بہ، مفعول لہ، مفعول فیہ، جار مجرور، تمیز اور حال وغیرہ مثلاً: "تمیمی انا" (خبر کی مثال) "ایاك نعبد و ایاك نستعین" (مفعول بہ) "تادیباً ضربت" (مفعول لہ) "یوم الجمعة سرت" (مفعول فیہ) لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ (آلِ عمران: 158) (جار مجرور) "نفساً طبت" (تمیز) "راکباً سفرت" (حال)

اہل معانی کا کہنا ہے کہ تقدیم کا مفید حصر ہونا یہ قیاس کے مطابق ہے جب تک اس سے پھیرنے والی دلیل نہ ہو جیسے: كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ (الانعام:84)

اور کبھی تقدیم و تاخیر دونوں جمع ہو جاتی ہیں جیسے: أَغَيْرَ اللَّهِ تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٠﴾ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ (انعام:40-41)

تو یہاں غیر اللہ جو مؤخر ہونا تھا مقدم کر دیا اور "إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ" کو مقدم ہونا تھا اس کو مؤخر کر دیا۔

## تقدیم مسند الیہ کے لطائف

اکثر اوقات مسند الیہ کی تقدیم چند شرائط کے ساتھ کئی لطائف کا فائدہ دیتی ہے وہ لطائف اور شرائط یہ ہیں:

1. اگر مسند الیہ نکرہ ہو تو اب اس کی تقدیم تخصیص جنس یا فرد واحد کی تخصیص کا فائدہ دے گی جیسے: "رجل فی الدار" یعنی: "لا امراۃ" (تخصیص جنس) یا پھر "لا رجلان" (تخصیص فرد واحد)
2. کلام موجب میں اگر مسند الیہ معرفہ ہو اور خبر فعل یا شبہ فعل تو مقتضی حال کے مطابق تخصیص بھی جائز ہے اور تقویتِ حکم بھی جیسے: اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ (الرعد: 26) اور اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ (البقرہ:15) اور ضمیر تخصیص کے زیادہ لائق ہے جیسے: بَلْ أَنتُم بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ ﴿٣٦﴾ (نمل:36) مراد لا انا بل انتم... الخ اسی طرح لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۚ (توبہ:101)
3. مسند الیہ معرفہ ہو اور خبر فعل یا شبہ فعل ہو اور کلام غیر موجب ہو تو اگر مسند الیہ حرف نفی سے مؤخر ہو تو تخصیص لازم ہو گی اور فعل کی نفی مذکور سے اور غیر کے لیے اثبات لازم ہو گا۔ اور ضمیر اس کی زیادہ حق دار ہے جیسے: وَمَا هُم بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ﴿١٦٧﴾ (البقرہ:167) (اس میں معتزلہ کا رد ہے) اسی طرح وَمَا أَنتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ ﴿٩١﴾ (ھود:91) یعنی آپ کا قبیلہ۔ اسی وجہ سے یہ کہنا "ما انا قلت هٰذا"

یعنی: "بل قاله غیری "جائز ہے اور "ما انا قلت هٰذا ولا غیری "کہنا جائز نہیں کیونکہ اس میں تناقض ہے۔ اور اگر مسند الیہ حرف نفی پر مقدم ہو تو تخصیص بھی جائز ہے جیسے: فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ (قصص:66) اور تقویتِ حکم بھی جائز ہے جیسے: "انت لا تکذب"

4. اگر مسند الیہ لفظِ غیر یا مثل ہوں اور مراد کنایۃً حکم کو ثابت کرنا ہو نہ کہ غیر مضاف الیہ کے لیے تعریض مقصود نہ ہو تو تقدیم تقویتِ حکم کا فائدہ دے گی اور یہ ترکیب مراد پر زیادہ مددگار ہوگی جیسے: "مثلك يعطى الجزيل يعنى انت تعطيه "اسی طرح "غيرك لا يهب الالوف يعنى انت تَهِبُهَا". عبد القاہر نے کہا یہ معنی (یعنی تقویت حکم کا) مثل وغیر کی تقدیم کے بغیر نہ ہوگا۔ بہرحال "مثلك لم يوجد اور غيرك لا يعد لك "یہ امثلہ اس باب سے نہیں (یعنی تقویت حکم کے باب سے نہیں کیونکہ ان میں کنایہ نہیں ہے)

**سلبِ عموم اور عمومِ سلب کا قاعدہ:**

5. مسند الیہ لفظ کل ہو اور مسند منفی ہو تو یہ شمول نفی کا فائدہ دے گا جیسے: "کلھم لم یجئی "اور اگر لفظ کل کو مؤخر کر دیں تو یہ معنی فوت ہو جائے گا اور وہ نفی شمول کا فائدہ دے گا نیز بعض کے لیے ثبوت حکم کا فائدہ بھی ہوگا جیسا کہ بعض نے اس کا بھی اطلاق کیا ہے۔

اور امام عبد القاہر نے اس قاعدہ کی تفصیل بیان کی اور فرمایا اگر لفظ کل حرف نفی کے بعد لفظاً یا تقدیراً واقع ہو تو شمول کی نفی ہوگی جیسے: "ماجاء كلُّ القوم وكلَّ دراهم لَمْ اٰخذ" وگرنہ نفی کا شمول ہوگا (یعنی اگر لفظ کل حرف نفی سے پہلے ہو تو تمام افراد کی نفی ہوگی) اس پر دلیل سرکار ﷺ کا فرمان: "كل ذلك لم يكن" ہے۔

جب آپ نے مغرب یا عشاء میں سے ایک کی دو رکعتیں پڑھائیں تو ذوالیدین (لمبے ہاتھوں والے صحابی کی کنیت تھی) نے عرض کی: "اقصرت الصلوة ام نسيت يا

رسول اللہ؟"[1] (تو سرکار ﷺ نے فرمایا: "کل ذلك لم یکن "تو آپ نے تمام صورتوں کی نفی کی تو یہ نفی کا شمول ہے)

کیونکہ "ام" کے ذریعے سوال کرنے والا دوامروں میں سے ایک کے ثبوت کا اعتقادرکھتا ہے نہ کہ ان دونوں کے اکٹھے ثبوت کا تو واجب ہے کہ اسکارد سلب کلی کے طورپر ہونہ کہ جزئی کے طور پر۔

اور سرکار ﷺ کے فرمان "کل ذلك لم یکن" سے کذب لازم نہ آئے گا (مطلب یہ کہ آپ ﷺ نے دورکعتیں پڑھائیں پھر بھی کہانہ قصر ہوئی نہ نسیان حالانکہ نسیان تو تھا پھر بھی آپ نے نسیان کی نفی فرمائی تو یہ جھوٹ نہیں) کیونکہ آپ کے فرمان کا یہ معنی ہے: "کل ذلك لم یکن فی ظنی"

"کل ذالك لم یکن" میں سلب کلی ہے اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ ذوالیدین نے آپ کے فرمان کے جواب میں عرض کی" بعض ذلك قد کان"

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایجاب جزئی یہ سلب کلی کو اٹھاتا ہے نہ کہ سلب جزئی کو۔انتھی

اس قاعدہ پر ان آیات کے ذریعے اعتراض ہوتا ہے جیسے:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ﴿١٠﴾ (القلم:10)

اور وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ﴿٢٧٦﴾ (البقرہ:276)

کیونکہ ان کا معنی شمول نفی ہے (حالانکہ قاعدہ کے مطابق تو نفی شمول ہونا چاہیے تھا کیونکہ کل تحت نفی واقع ہے)

تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہ قاعدہ اس وقت ہے جب کوئی مانع نہ ہو اور یہاں پر نفی شمول سے مانع موجود ہے اس لیے شمول نفی مراد ہو گا۔

---

1: صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب تشبیک الاصابع فی المسجد وغیرہ، جلد اول، حدیث نمبر ۴۸۲، دارالکتب العلمیہ بیروت

## الفصل الثالث فی احوال المسندالیہ و المسند

مسند الیہ اور مسند کے احوال میں سے تعریف، تنکیر، تقدیم وتاخیر ہے اور یہ پیچھے گزر گئے اور ذکر، حذف اور توابع ہیں ان کو ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

تعریف، تنکیر تقدیم وتاخیر کے مسند الیہ اور مسند کے ساتھ خاص نہ ہونے کی وجہ سے ہم نے ترتیب میں قوم کی مخالفت کی ہے اور ان کو مستقل فصول میں بیان کیا۔

اب مسند کے احوال کا ایک حصہ باقی رہا اس کو ہم بیان کرتے ہیں:

بہر حال مسند کا اسم یا فعل ہونا تو وہ استمرار اور تجدد کے افادہ کی وجہ سے ہے جیسے: وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ (کہف:18) تو یہاں جملہ اسمیہ لانا ایک ہی حالت بسط پر استمرار کا فائدہ دے رہا ہے اور اسی طرح هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ (فاطر:3) تو یہاں مسند کو فعل لانا یہ مختلف طریقوں سے تھوڑا تھوڑا رزق دینے کے تجدد کا فائدہ دے رہا ہے

بہر حال مسند کا جملہ ہونا تو وہ حکم کی تقویت کے لیے ہوتا ہے جیسے کہ" زید قام "یا پھر اس کے سببی ہونے کی وجہ سے جیسے:" زید قام ابوہ" اور" زید ابوہ قائم"

## الفصل الرابع فی التوابع

توابع کی پانچ اقسام ہیں۔

### 1-وصف

ان میں سے ایک وصف ہے یہ چند اغراض کے لیے لایا جاتا ہے:

1. نکرہ کی تخصیص کے لیے جیسے: وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ (البقرہ)
2. معرفہ کی توضیح کے لیے جیسے: فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ (اعراف:158)
3. مدح کے لیے جیسے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
4. ذم کے لیے جیسے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
5. تفسیر کے لیے جیسے: اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝ وَّاِذَا مَسَّهُ

الْخَيْرُ مَنُوعًا (معارج:19-20-21)

6. تاکید کے لیے جیسے: تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ (بقرہ:196) اور وَ لَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ (انعام:38) اسی طرح لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ (النحل:51)

## 2-بدل

توابع کی اقسام سے ایک بدل ہے جو مبہم کی وضاحت کرتا ہے۔

- تو کبھی یہ بدل کل ہوتا ہے جیسے: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ:6-7)
- یا بدلِ بعض ہوتا ہے جیسے: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران:97)
- یا بدل اشتمال ہوتا ہے جیسے: يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ (البقرہ:217)
- اور کبھی بدل غلط ہوتا ہے اور یہ عجلت کی وجہ سے ہی واقع ہوتا ہے یا پھر غور وفکر نہ ہونے کی وجہ سے۔
- اور کبھی بدل تاکید کے لیے بھی آتا ہے جیسے: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ (انعام:74)

تحقیق یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا[1] اب اس کے تاکید کے لیے ہونے میں نظر ہے لہذا اس بدل کا ایضاح کے لیے ہونا متعین ہوگیا۔

## 3-عطف بیان

توابع کی اقسام سے عطف بیان بھی ہے اور یہ گویا یہ بدل کل ہی ہوتا ہے لیکن

---

1: مصنف علام عبد العزیز پرہاروی کے نزدیک بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام "تارخ" تھا آزر چچا تھا یہی اہلسنت کا مذہب مہذب ہے اور جمہور مفسرین کا بھی لہذا بعض سفہاء کا آزر کو باپ کہنا غلط ہے تفصیل کے لئے علماء اہل سنت کی کتب کی طرف مراجعت فرمائیں۔ ۱۲عبد الواحد

عطفِ بیان میں ایضاح کے لیے کسی شے کے دوناموں میں سے زیادہ مشہور کو ذکر کیا جاتا ہے جیسے: مِنۡ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيۡتُوۡنَةٍ (النور: 35) یا پھر مدح کے لیے ذکر کیا جاتا ہے جیسے: جَعَلَ اللّٰهُ الۡكَعۡبَةَ الۡبَيۡتَ الۡحَرَامَ (المائدہ: 97)

## 4- عطف نسق

توابع کی اقسام میں سے عطف النسق ہے اور اس کے فوائد میں سے ایجاز اور جملوں کا تناسب ہے خبر اور انشاء کے مابین عطف میں اختلاف کیا گیا ہے۔

### عطفِ خبر و انشاء میں مصنف کا موقف:

جو جائز کہتے ہیں ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: قَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ ۝ (ال عمران: 173)

مانعین نے اس کا جواب یہ دیا کہ نعم الوکیل سے پہلے "قالوا" مقدر ہے لہٰذا یہ خبر کا خبر پر عطف ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکل کے وقت فرمایا: "حسبنا اللہ ونعم الوکیل علی اللہ توکلنا"[1] (تو اس حدیث سے بھی جواز سمجھ آتا ہے)

اسی طرح جملہ اسمیہ اور فعلیہ کے مابین عطف کرنے میں بھی اختلاف ہے اور صحیح قول کے مطابق جائز ہے۔

یوں ہی ضمیر مجرور پر بغیر اعادہ جار کے عطف کرنے میں اختلاف ہے اور حق یہ ہے کہ جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَالۡاَرۡحَامَ ؕ (نساء: 1) (اس آیت میں "الارحام" جر کے ساتھ اس کا عطف "بہ" ضمیر مجرور پر ہے) اور ارحام کو جر کے ساتھ پڑھنا یہ حمزہ کی قراءت ہے۔

### مصنف کا نحویوں سے اختلاف:

جب یہ عطف اصح الکلام کتاب اللہ میں ثابت ہو گیا تو اس کے منکر پر کفر کا خوف

1: جامع ترمذی، حدیث نمبر: 2431۔

ہے اور نحویوں پر تعجب ہے کہ اگر وہ اس کو ایسے بدوی سے سن لیتے جو اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرتا ہے اور اس نے یہ بات اونٹوں کی دموں سے جانی ہے تو پھر اس عطف کو جائز قرار دیتے (کلام اللہ میں واقع ہونے کے باوجود اسے ناجائز کہتے ہیں)

یوں ہی دو مختلف عاملوں کے معمولوں پر عطف کرنے میں اختلاف ہے اور معتمد علیہ یہ ہے کہ جائز ہے جبکہ مجرور مقدم ہو جیسے: "فی الدار زید والحجرۃ عمرو"

5-تاکید

توابع کی ایک قسم تاکید ہے اس کی تفصیل اطناب کے باب میں ہے۔

## الفصل الخامس فی اقسام الخبر والانشاء

خبر وہ ہے جو صدق وکذب کا احتمال رکھے اور مخاطب کو حکم کا فائدہ دے یا اس بات کا کہ متکلم بھی اس حکم کو جانتا ہے اول کو فائدہ اور ثانی کو لازم فائدہ خبر کہتے ہیں۔ اور انشاء خبر کے عکس کو کہتے ہیں۔ ان دونوں اقسام کی کئی ابحاث ہیں۔

### نفی کے احکام

البحث الاول:۔

پہلی بحث نفی کے بارے میں ہے اور نفی کے صحیح ہونے کے لیے منفی کے ممکن ہونے کی شرط لگائی گئی ہے لیکن یہ شرط اس طرح کی آیت سے مردود ہے کہ فرمایا: لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴿٥٢﴾ (طٰہٰ:52) وہ نفی جو مقید ہو اس میں اصل یہ ہے کہ وہ نفی قید کی طرف راجع ہو جیسے: وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ (انبیاء:8) یعنی: "ھم جسد یاکلونه"

عبد القاہر نے کہا یہ وہ قاعدہ ہے جس میں ذرا بھی شک نہیں لیکن یہ کلی نہیں ہے جیسے کہ آیت کریمہ ہے: وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٤٦﴾ (فصلت:46) اور مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿١٨﴾ (غافر:18)

## شروط کے احکام

### البحث الثانی:-

دوسری بحث شروط کے بارے میں ہے اور اس میں کچھ مسائل ہیں۔

1. ایک جملہ کو دوسرے جملہ کے مضمون پر معلق کر دیا جاتا ہے کبھی اس جملہ کے مضمون کے بارے میں خبر دینے کو معلق کر دیا جاتا ہے جیسے کہ: "ان اکرمتنی الیوم فقد اکرمتك امس" اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ "(الزمر:7)

2. "اذا" میں اصل وقوع شرط کا جزم ہے اور "انْ" میں طرفین میں سے ایک کا عدم جزم ہے اسی وجہ سے ماضی "اذا" کے ساتھ اور مستقبل "اِنْ" کے ساتھ کثیر ہے۔
اور کبھی "اِنْ" جزم کے ساتھ آتا ہے جیسے کہ کلام قدیم میں حکایت کے بغیر مختلف وجوہات کی وجہ سے آیا ہے جیسے کہ مخاطب کے عدم جزم کی وجہ سے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ (البقرہ:24) اور جیسے کہ تعلیق بالمحال مثلاً: اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ (الزخرف:81)

3. "اِذَا" اور "اِنْ" کی شرط میں اصل استقبال ہے اگرچہ لفظ ماضی ہو اور اس اصل کا خلاف نادر ہے جیسے: اِذَا سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰۤی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِیْۤ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا (کہف:96) کچھ نکات کو متضمن ہونے کی وجہ سے مستقبل کو ماضی سے تعبیر کیا جاتا ہے، جیسے کہ تفاؤل مثلاً: "ان حصل مطلوبی فانت حرٌ" اور اس کے وقوع کے تحقق پر تنبیہ کرنے کے لیے مثلاً: ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَیًّا (مریم:66)

4. "لو" یہ ماضی میں شرط کے لیے آتا ہے شرط و جزاء کے انتفاء کی قطعیت کے ساتھ تو یہ خارج میں ثانی کے انتفاء پر دال ہو گا اول کے سبب جیسے: لَوْ جِئْتَنِیْ لَاَكْرَمْتُكَ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان وَ لَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِیْنَ (النحل:9)

اور کبھی "لو" کو استعمال کیا جاتا ہے تاکہ ثانی کے انتفاء سے اول کے انتفاء پر استدلال کیا جائے جیسے: لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (انبیاء:22)

کبھی "لو" کو ایسی شرط پر داخل کیا جاتا ہے جس کا جزاء کے ساتھ استلزام بعید سمجھا جاتا ہے تاکہ یہ "لو" دلالت کرے اس پر کہ شرط کی نقیض یہ جزاء کو زیادہ مستلزم ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان: "نعم العبد صھیب لو لم یخف اللہ لم یعصہ"[1]

"لو" کی اصل تو ماضی پر دخول ہے مگر کسی نکتہ کی وجہ سے اصل کی مخالفت کی جاتی ہے جیسے کہ تجدد کے لیے مثلاً: لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ (حجرات:7) تو اس آیت میں فعل مضارع لائے تو یہ اس پر دال ہے کہ ان کا قصد وہ فعل اطاعت کا پے در پے تجدد ہے جب بھی وہ ارادہ کرتے ہیں۔

اسی طرح استحضار صورت کے لیے فعل مضارع پر "لو" کو داخل کرتے ہیں یا اس لیے تاکہ مخبر کے صدق پر دلالت کرے۔ یا پھر اس وجہ سے کہ متکلم کے کلام کا مستقبل غیر متکلم کے ماضی کی طرح ہے جیسے: وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُو رُءُوسِهِمْ (السجدہ:12)

5. شرط کے مفہوم مخالف میں اختلاف ہے جو ثابت مانتے ہیں وہ کہتے ہیں قاعدہ ہے کہ "اذا فات الشرط فات المشروط" (جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے) اور یہ مغالطہ ہے کیونکہ انہوں نے شرط نحوی اور شرط مصطلح فی الکلام میں فرق نہ کیا۔ اور جو یہ کہتے ہیں کہ شرط کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا (النور:33) اس دلیل کا جواب دیا گیا کہ یہ واقع کا بیان ہے کیونکہ ارادہ تحصن کے نہ ہونے کے وقت اکراہ ہی نہ تھا۔

6. بصریوں نے حرف شرط کی صدارت کو واجب قرار دیا جبکہ کوفیوں نے اختلاف کیا

1: تدریب الراوی النوع الثلاثون، جلد:2، ص:103، دار الکتب العلمیہ۔

لیکن وہ شرط جو جزاء سے مستغنی ہو اس پر اس کے جواب کو معنی کے اعتبار سے مقدم کرنا اتفاقی ہے اسی سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْ لَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ (یوسف:24)

## تعجب کے احکام

**البحث الثالث:۔**

تیسری بحث تعجب کے بارے میں ہے امام سیوطی نے تصحیح فرمائی ہے کہ یہ خبر ہے اور یہ "ماافعله وافعل به" کے لفظ کے ساتھ ہوتا ہے ایک ضعیف قول یہ ہے کہ ان دونوں کے علاوہ سے بھی تعجب ہوتا ہے جیسے کہ: كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ (الصف:3) اور یہ اللہ سے مخاطب کی طرف مصروف ہے۔(یعنی اس میں تعجب ہے لیکن متعجب وہ مخاطب ہے نہ کہ رب تعالیٰ کیونکہ اللہ تعالیٰ تعجب سے پاک ہے) کیونکہ تعجب سبب کو نہ جاننے کی وجہ سے کسی شئی کو بڑا جاننا ہے۔

اسی طرح فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ۞ (بقرة:175)

اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ (مریم:38) یعنی یہ وہ ہیں جن سے تعجب حق ہے۔

## وعدہ و وعید کے احکام

**البحث الرابع:۔**

چوتھی بحث وعدہ وعید کے بارے میں ہے اور ابن قتیبہ نے گمان کیا کہ دونوں انشاء سے ہیں۔اسی بناء پر خلف الوعید سے کذب ثابت نہیں ہوتا تو بغیر توبہ کے کبائر پر عتاب واجب نہ ہوگا۔ جبکہ جمہور کے نزدیک گناہ گار مغفور وعید کے عمومات سے خاص ہوگا تاکہ کذب لازم نہ آئے۔

## ۲ استفہام کے احکام

**البحث الخامس:۔**

پانچویں بحث استفہام کے بیان میں ادواتِ استفہام یہ ہیں: "همزه، هل، من،

ما، ای، کیف، کم، این، اَنّیٰ، متیٰ اور اِیَّانَ"۔

"ھمزہ"

ان تمام میں اصل ہے اور یہ تصدیق کو طلب کرنے کے لیے آتا ہے جیسے: "ازید فقیہ؟" اور تصور کو طلب کرنے کے لیے آتا ہے جیسے: "أزیدقام ام عمرو" جبکہ مسند الیہ میں شک ہو اور "أقام زید ام قعد" جب مسند میں شک ہو۔

"ھل"

یہ فقط طلب تصدیق کے لیے آتا ہے تو "ھل زیداً ضربت؟" کہنا جائز نہیں کیونکہ یہ اس بات پر دلالت کے لیے ہے کہ سوال وہ نسبت کے علم کے بعد تعیینِ مفعول کے بارے میں ہے (اور یہ تصور ہے اور ھل تصور کے لیے نہیں آتا) اور (اگر کہا جائے کہ زیداً سے پہلے فعل مقدر ہے تو یہ تصدیق کے طلب کے لیے ہوا) تو فعل کی تقدیر خلاف ظاہر ہے بخلاف "ھل زیداً ضربتہ" (کیونکہ یہاں سوال نسبت کے بارے میں ہے اور نسبت کے بارے میں سوال ہی تو طلبِ تصدیق ہے اسی لیے یہاں زیداً سے پہلے فعل مقدر ہے) باقی حروف فقط تصور کے لیے آتے ہیں۔

"مَنْ، مَا"

یہ ذی علم شخص کے لیے آتا ہے اور "ما" غیر ذی علم کے لیے اور فرعون کا یہ قول "وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ" تو یہ اس کی سرکشی کی وجہ سے ہے۔

"ایُّ"

یہ تمیز کے لیے آتا ہے جیسے: "ایُّھم قام؟"

"کم"

یہ عدد کے لیے آتا ہے امام سیوطی نے فرمایا یہ قرآن میں واقع نہیں ہوا۔
اور زمخشری نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰھُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ (البقرہ: 211) میں "کم" خبریہ اور استفہامیہ دونوں کا احتمال رکھتا ہے۔

"کیف"

کسی شے کے حال کو کھولنے کے لیے آتا ہے امام راغب نے کہا اللہ عزوجل کے بارے میں "کیف" نہ کہا جائے گا۔ اور جو قرآن میں واقع ہوا کَیْفَ یَهْدِی اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا (آلِ عمران:86) تو یہ استفہام حقیقی نہیں ہے۔

"این"، "متیٰ" اور "ایان"

"این" مکان کے لیے "متیٰ" زمان کے لیے اور "ایان" زمان مستقبل کے لیے ہے، اور اس کا استعمال ان امور میں ہے جو ذی شان ہوں جیسے: اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ (الزارعات:12)

"انی"

یہ کبھی بمعنی کیف ہوتا ہے تو اس کے ساتھ فعل کا ملا ہونا واجب ہے جیسے: اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا (البقرۃ:259) اور کبھی بمعنی "متی" اور ان دونوں معنی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ (بقرہ:223) کی تفسیر کی گئی ہے اور کبھی بمعنی "مِنْ اَیْنَ" آتا ہے جیسے: اَنّٰى لَكِ هٰذَا (آل عمران:37)

فائدہ جلیلہ:۔

استفہام کی اصل یہ ہے کہ اس کے بارے میں سوال ہو جس کو سوال کرنے والا نہیں جانتا تو یہ قرآن میں حکایۃً ہی واقع ہو گا۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام کو جاننے والا ہے)

اکثر اوقات اداتِ استفہام کو ان کی اصل سے پھیر دیا جاتا ہے تو یہ اعتباراتِ عجیبہ کو متضمن ہو جاتے ہیں پھر کیا ان ادوات سے معنیٰ استفہام کو بالکلیہ منسوخ کیا جاتا ہے یا ان میں استفہام کا کچھ شائبہ ہوتا ہے تو اس میں اختلاف ہے اور ثانی اصح ہے۔

تو ان نکات سے:

1) انکار ہے اس معنیٰ میں کہ ادوات کا مابعد غیر واقع ہے جیسے: اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ (الصفت:149) اور اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (الزمر:36)

2) توبیخ کے لیے اس معنی میں کہ مابعد جو واقع ہے اور اس کا فاعل معتوب ہے۔
جیسے: اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ (صافات:95)

3) تقریر یعنی مخاطب سے اعتراف کو طلب کرنا جیسے: هَلْ فِیْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ (الفجر:5)

4) تعجب جیسے: كَیْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ (البقرہ:28)

5) عتاب جیسے: عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ (توبہ:43)

6) تذکیر جیسے: هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ (یوسف:89)

7) تخویف جیسے: اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ (قارعہ:1-2)

8) وعید جیسے: اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِیْنَ (مرسلت:16)

9) امر جیسے: فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (مائدہ:91)

10) تسویہ جیسے: سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ (بقرۃ:6) اس آیت کی مصدر سے تاویل کی گئی ہے یعنی "انذارھم وعدمه سواء"

11) تنبیه جیسے: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (فاطر:27)

12) ترغیب جیسے: هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ (صف:10)

13) استرشاد (رہنمائی کرنا) جیسے: اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا (بقرہ:30)

14) تمنی جیسے: فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ (اعراف:73)

15) استبطاء (تاخیر ظاہر کرنا) جیسے: مَتٰی نَصْرُ اللّٰهِ (بقرہ:214)

16) تحضیض جیسے: اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا (توبہ:13)

17) تحقیر جیسے: اَهٰذَا الَّذِیْ یَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ (انبیاء:36)

18) استبعاد (دور جاننا) جیسے: اَنّٰی لَهُمُ الذِّكْرٰی (دخان:13)

19) استهزاء جیسے ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو فرمانا: اَلَا تَاْكُلُوْنَ (صافات:91)

20) اخبار جیسے: هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ (دھر:1) یعنی: قد اَتٰی

## امر و نہی کے احکام

**البحث السادس:۔**

چھٹی بحث امر و نہی کے بارے میں ہے امر: وہ علی طریق الاعتلاء فعل کو طلب کرنا ہے اور فرعون کا یہ قول فَمَاذَا تَأْمُرُوْنَ (الاعراف:110) یہ اپنے دوستوں کی تکریم کے لیے ہے۔

امر کی اصل حکم کو واجب کرنا ہے جیسے: وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ (بقرہ:43)اور یہ دوسرے معانی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے ان میں سے چند یہ ہیں

1) ندب جیسے: وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ (الانعام:141)

2) اباحت جیسے: وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا (مائدہ:2)

3) دعا کیلئے ادنیٰ کی اعلیٰ سے جیسے: رَبِّ اغْفِرْ لِیْ (اعراف:151)

4) التماس مساوی سے جیسے: هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ (اعراف:142)

5) تھدید جیسے: اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ (حٰم السجدہ:40)

6) تعجیز جیسے: فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (بقرہ:23)

7) تسویہ جیسے: فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ (کہف:29)

8) تکوین جیسے: كُنْ فَیَكُوْنُ (بقرہ:117)

9) تسخیر جیسے: كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـٕیْنَ (بقرۃ:65)شاید یہ آیت تکوین سے ہو۔

10) اھانت جیسے: كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِیْدًا (بنی اسرائیل:50) اور ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ (دخان:49) اور اخْسَـٴُوْا فِیْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ (مؤمنون:108)

11) تعجب جیسے: اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ (مریم:38)

12) نہی: ترک فعل کو طلب کرنا اور یہ اکثر معانی کے اعتبار سے امر کی طرح ہی ہے (جن کا بیان ابھی گزرا)

# تمنی اور ترجی کے احکام

## البحث السابع:۔

ساتویں بحث تمنی اور ترجی کے بارے میں ہے۔

### تمنی:

محبوب شے کو طلب کرنا ہے محال ہو یا ممکن ہو اور اس کے وقوع میں طمع نہ ہو اور اگرچہ ادعائی ہو جیسے: "لیت الشباب یعود" اور **یٰلَیۡتَنِیۡ کُنۡتُ تُرٰبًا** (نباء:40) اور فرقت کی رات میں مبتلی کا قول "یا لیت اللیلۃ تنجلی" اور کبھی "ھل" کے ساتھ بھی تمنا کی جاتی ہے اس وقت کہ جب مطلوب کا انتفاء یقینی ہوتا ہے جیسے: **فَهَلۡ لَّنَا مِنۡ شُفَعَآءَ فَيَشۡفَعُوۡا لَنَاۤ** (اعراف:53) اور اسی کی مثل ہے: **هَلۡ مِنۡ مَّحِيۡصٍ** (ق:36) اور وہ **فَلَوۡ اَنَّ لَنَا كَرَّةً** (شعراء:102) کی مثل ہے۔

### ترجی:

کسی شے کے قرب کو چاہنا جس کا حصول یقینی نہ ہو برابر ہے کہ وہ محبوب ہو جیسے: "لعل السلطان یکرمنی" اسی سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "**لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ**" یا مکروہ ہو جیسے: "لَعَلَّ الرَّقِيۡبَ حَاضِرٌ" اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيۡبٌ** (شوری:17) اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان محبوب و مکروہ دونوں کو جمع کر رہا ہے: **وَعَسٰۤى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡـئًا وَّهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ‌ۚ وَعَسٰۤى اَنۡ تُحِبُّوۡا شَيۡـئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمۡ‌ؕ** (بقرہ:216)

کبھی ترجی تمنی کے مشابہ ہوتی ہے جیسے فرعون کا یہ قول جو اس نے بربنائے جہالت و تکبر کہا:

**لَّعَلِّىۡۤ اَبۡلُغُ الۡاَسۡبَابَ ۙ‏ اَسۡبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوۡسٰى** (غافر:22-23) اس صورت میں جب کہ "فاطلع" کو نصب کے ساتھ پڑھا جائے۔

## قسم کے احکام

### البحث الثامن:۔

آٹھویں بحث قسم کے بارے میں ہے قسم کا فائدہ خبر کی تاکید ہے اور مقسم بہ کی تعظیم ہے اور ادواتِ قسم باء، تاء، واؤ ہیں۔

اکثر اوقات قسم کو حذف کر دیا جاتا ہے اور جواب میں لام اس پر دلالت کرتا ہے جیسے: وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ (بقرة:155)

شارع علیہ السلام نے غیر اللہ کی قسم سے منع فرمایا ہے اور قرآن کریم میں جو اقسام ہیں وہ کئی وجوہ سے محل بحث ہیں۔

1) پہلی بحث یہ ہے کہ مؤمن مقسم علیہ کی بغیر قسم کے ہی تصدیق کرتا ہے اور کافر قسم کے ساتھ بھی تصدیق نہ کرے گا (تو پھر قسم کا کیا فائدہ؟) اس کا جواب اولاً تو یہ ہے کہ یہ اہل عرب کی عادت پر ہے ثانیاً یہ دلیل کی تاکید کے لیے ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک اعرابی نے یہ آیت سنی: فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ (الذٰریٰت:23) تو وہ چیخا اور کہا کس چیز نے رب جلیل کے غضب کو ابھارا کہ اس کو قسم اٹھانا پڑی؟ پھر وہ مر گیا۔

### غیر اللہ کی قسم کے احکام:

2) دوسری بحث یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنی مخلوقات جیسے انجیر، زیتون، طور سنین، آسمان، سورج، چاند اور دوسری وہ چیزیں جو اس کی عالی ذات جلَّ قدرہ کی نسبت حقیر ترین ہیں ان کی قسم اٹھائی (تو ایسا کیوں؟) جواب اولاً تو یہ ہے کہ یہ محاورۂ عرب کی بناء پر ہے ثانیاً قسم ایک قسم کی تعظیم ہے تو اللہ تعالیٰ کو حق ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہے عظمت عطا کرے ثالثاً یہ کہ یہاں مضاف محذوف ہے اصل یہ ہے: "رب التین والزیتون وغیرہ"

3) غیر اللہ کی قسم تو ممنوع ہے؟ تو اس کا جواب اولاً وہی کہ مضاف محذوف ہے ثانیاً یہ

ممانعت ہم پر ہے نہ کہ رب کریم کے لیے نیز حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ عزوجل اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم اٹھائے اس کی مخلوق میں سے کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اللہ کے سوا کسی کی قسم اٹھائے اس کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا۔[1]

## نداء کے احکام

**البحث التاسع:۔**

نویں بحث نداء کے بارے میں ہے پس ہمزہ یہ قریب کے لیے آتا ہے اور الف، یاء، آیا اور ھیا بعید کے لیے ہیں اور کبھی یا کو درج ذیل وجوہات کی بناء پر قریب کے لیے بنا دیتے ہیں۔

1) منادی کی نداء کے اہتمام کی وجہ سے
2) منادی کی تعظیم کی وجہ سے جیسے: "یا اللہ" حالانکہ وہ اپنے بندے کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔
3) منادی کی تحقیر کی وجہ سے جیسے: وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا (بنی اسرائیل:102)

نداء کے بعد امر اور نہی کا ہونا حسن ہے جیسے:

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ (مائدہ:67)

اور یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ (النساء:1)

اور یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ (الممتحنۃ:1)

اسی طرح قرآن کریم میں موجود اکثر نداء میں اسی طرح ہوتا ہے اور "ایھا" میں تاکید اور تنبیہ ہے۔

پھر نداء کی اصل توجہ کو طلب کرنا ہے کبھی اس کو اغراء (ابھارنے) کے لیے

---

1: الاتقان فی علوم القرآن، جلد:2، ص:134، مطبع حجازی قاہرہ۔

استعمال کیا جاتا ہے جیسے: "یامظلوم" اس کو ظلم کا بدلہ لینے اور انتقام پر ابھارنے کے لیے اور کبھی استغاثہ کے لیے جیسے: "یا لزید" کبھی ندبہ کے لیے جیسے یتیم کا قول "یاابتاہ" اور کبھی تحیر و تحسر کے لیے جیسے: "مابقی "نشانات کو پکارنا جیسے: "یا رسوم این بانوك" اور "یا رسوم این ساکنوك" یا کبھی وصف کو متکلم کے ساتھ خاص کرنے کے لیے جیسے: "نحن نکرم الضیف ایها العرب" اس کا معنی ہے ہم عرب ہی اکرام ضیف کے ساتھ خاص ہیں۔ اس میں خطاب کا تھوڑا سا بھی معنی نہیں۔

# الفصل السادس فی الفصل والوصل

## الوصل:

جملہ کا جملہ پر عطف کرنے کو وصل کہتے ہیں اور (فصل) اس عطف کے ترک کو وصل کہتے ہیں۔ فصل کے کل چھ اسباب ہیں:

1. دونوں جملوں میں تناسب نہ ہونا کیونکہ وہ خبر و انشاء میں مختلف ہیں۔ جیسے: "جاء الامیر خلده الله تعالیٰ "یا قوۃ مفکرہ میں ان کے مابین کوئی جامع نہ ہو اور اسکا بیان عنقریب آئے گا جیسے: "زید قائم وعمرو فصیح" (جیسے: یہاں قیام وفصاحت اور زید و عمرو میں کوئی جامع موجود نہیں ہے۔)
2. بعد والے جملے کا اول کی تاکید ہونا جیسے: "لَا رَيْبَ فِيْهِ" یہ "ذٰلِكَ الْكِتٰبُ" کی تاکید ہے۔
3. بعد والے کا اول سے بدل ہونا جیسے: وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ۝ (شعراء:133)
4. ثانی کا بیان ہونا جیسے: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ (مائدہ:9)
5. ثانی کا اس سوال کا جواب ہونا جو اول سے پیدا ہوا اور اس جملہ ثانیہ کو جملہ مستانفہ یا استیناف کہتے ہیں۔ جیسے: اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

تَعْلَمُوْنَ ۝ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (النحل:95-96) اسی قسم سے جملہ قولیہ ہے جیسے: قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (بقرہ:124) اور قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۝ (بقرہ:124) گویا کہ سائل کہتا ہے کیا جواب دیا؟۔

6. خلاف مقصود کے وہم کو رفع کرنا جیسے: " اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ " اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بعد وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ (بقرہ:15) تو اگر اس جملہ کا اس پر عطف کرتے تو یہ وہم ہوتا کہ یہ بھی ان کا مقولہ ہے۔

اور جب یہ چھ اسباب منتفی ہو جائیں اور دو جملوں کے مابین جامع اتحاد المسندین یا تناسب مسندین اگرچہ تناسب تضاد بھی ہو اور اسی طرح دونوں مسند الیہ کے مابین جامع ہو تو وصل ہوگا۔ جیسے: "زید منجم وھو مھندس" (مسند الیہ متحد ہیں اور دونوں مسندوں میں تناسب ہے)

"ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفۃ حق وعلی کرم اللہ وجھہ الکریم خلیفۃ حق" تو مسند الیہ دونوں میں صحبت و محبت میں تناسب ہے اور دونوں مسند متحد ہیں۔ لہٰذا جالینوس طبیب و حجاج ظالم کہنا جائز نہیں (کہ دونوں مسند الیہ میں تناسب نہ مسندوں میں اتحاد) اور "امیروس شاعر وامرء القیس شاعر" کہنا بھی جائز نہیں (کیونکہ مسندوں میں اتحاد اور مسند الیہ میں تناسب نہیں) اور "زید کاتب وھو طویل القامۃ" کہنا بھی جائز نہیں (کیونکہ مسند الیہ اگرچہ متحد ہے مگر مسندوں میں تناسب نہیں) تناسب اکثر اوقات قوموں اور علاقوں کے اعتبار سے مختلف ہو جاتا ہے اسی وجہ سے جو عرب میں اونٹوں کی کثرت کو نہیں جانتا وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں حیران ہے (کہ تناسب نہ ہونے کے باوجود عطف کیسے ہوا؟) اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَیْفَ خُلِقَتْ ۝ وَ اِلَى السَّمَآءِ كَیْفَ رُفِعَتْ ۝ (غاشیہ:17-18)

اور جامع ان میں یہ ہے کہ ان کے اکثر محسوسات یہی آسمان، زمین، پہاڑ اور اونٹ تھے۔

وصل کے حسن میں زیادتی جملہ اسمیہ وفعلیہ میں تناسب ہے اور فعلیہ میں ماضی و مضارع کے مابین تناسب ہے اور اس باب سے جملہ حالیہ بھی ملحق ہے اور اس سے خلاصی یہ ہے کہ اس میں رابطہ کا ہونا ضروری ہے۔ تو اگر حالِ مؤکدہ ہو تو رابط ضمیر ہو گی نہ کہ واؤ جیسے: "**ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ**" اور اگر حال منتقلہ ہو تو اگر جملہ اسمیہ ہے۔ تو رابط واؤ اور ضمیر دونوں ہوں گے جیسے: "جاء و غلامه راکب" یا صرف واؤ ہو گی۔ جیسے: "جاء وغلام عمرو راکب" بہر حال صرف ضمیر ہو تو یہ صحیح نہیں ہے۔

اور اگر جملہ فعلیہ ہو اور مضارع مثبت ہو تو ضمیر کافی ہو گی۔ جیسے "جاء زید یسمع" اور اگر مضارع منفی ہو اور ماضی مطلق ہو تو واؤ اور ضمیر یا دونوں میں سے ایک بشرطیکہ ماضی مثبت میں "قد" ہو اگرچہ مقدرہ جیسے: **اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ**

# الفصل السابع فی القصر

## تعریف:

ایک شئ کو دوسری شئ کے ساتھ خاص کرنا قصر ہے۔

یہ اولاً تقسیم ہوتا ہے:

- قصر الصفة علی الموصوف جیسے: "ما خاتم الانبیاء الا محمد ﷺ"
- قصر الموصوف علی الصفة جیسے: "ما زید الا شاعر"

دوسری قسم معنی حقیقی سے مصروف ہو کر ہی پائی جائے گی کیونکہ ایک صفت کے علاوہ شے کا تمام صفات سے خالی ہونا محال ہے۔

ثانیاً تقسیم ہوتا ہے:

- قصر حقیقی کی طرف قصر الصفت میں جیسے: "لا الٰہ الا اللہ"
- اور مجازی کی طرف قصر الموصوف میں جیسے: "وما محمد الا رسول"۔

ثالثاً تقسیم ہوتا ہے: قصر افراد، قلب اور تعیین کی طرف۔

- قصر افراد میں شرکت کے معتقد کے اعتقاد کو رد کرنا ہوتا ہے جیسے کلمہ توحید میں مشرکین کا رد ہے۔
- قصر قلب میں حکم کی اس کے صاحب سے نفی اور غیر کے لیے ثبوت کرنا ہوتا ہے جیسے: **قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَاۗءُ ۭ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَهَاۗءُ** (بقرہ؛13)
- قصر تعیین میں دو امروں کے مابین متردد کو رہنمائی کرنا ہوتی ہے جیسے: "انما المنطلق زید" تیرا اس کو کہنا جو متردد ہو کہ زید جانے والا ہے یا عمرو

## قصر کے طریقے

1) نفی واستثناء جیسے: **وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ** (ص:65)

2) جیسے: **اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ** (احقاف: 23) اور **اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ** (زمر:9) شیخ عبد القاہر کا گمان ہے کہ یہ دونوں قصر قلب کا افادہ کرتے ہیں قصر افراد کا نہیں۔ **قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ** (حٰم السجدہ:6)

3) جیسے: قُلْ اِنَّمَا اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَاحِدٌ[1]

4) "تقدیم ما حقه التاخیر" جیسے مفعول ظرف اور خبر وغیرہ مثلاً: **اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** (الفاتحہ:4)" ولك نصلی" اور "تمیمی انا"

5) ضمیر فصل جیسے: **اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ** (کوثر:3)

6) لا، بل اور لکن کے ساتھ عطف کرنا جیسے: "زید منجم لا شاعر"، "ما زید شاعراً بل منجم" اور "لکن منجم"

7) مسند الیہ کی تقدیم اس تفصیل کے ساتھ جو مسند الیہ کے احوال میں گزری اور

1: ان الفاظ کے ساتھ قرآن کریم میں کوئی آیت نہیں۔

زمخشری اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی مثل میں قصر کے قائل ہیں: اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ (رعد:26)

8) مسند اور مسند الیہ کو معرفہ لانا جیسے: "زید المنطلق"

# الفصل الثامن فی الاطناب

## اطناب کی تعریف:

مطلوب کو ضرورت سے زائد کلام کیساتھ نکتہ کی وجہ سے ادا کرنا۔

اس کے کئی طریقے ہیں:

1) "ایضاح بعد الابہام"

اس کا فائدہ سامع کے ذہن میں مضمون کو پختہ و مؤکد کرنا ہے کیونکہ کلام کو دو مرتبہ ادا کیا گیا نیز سامع مجمل کی وضاحت کا مشتاق ہو گا تو یوں مضمون اس کے ذہن میں پختہ واقع ہو گا۔

اسی (یعنی: ایضاح بعد الابہام) سے ضمیر شان اور ضمیر قصہ ہیں۔ اسی سے توشیع ہے اور توشیع وہ عدد، تثنیہ یا جمع کی تفسیر کرنا ہے مثلاً تیرا قول "الخلفاء الراشدون اربعة ابو بکر، عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم" اور حدیث میں ہے ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس میں دو خصلتیں جوان ہو جاتی ہیں حرص اور لمبی امید اس کو صاحب مفتاح نے روایت کیا۔[1]

2) "الاجمال بعد التفصیل"

اور اس کا فائدہ تاکید اور وہم کو رفع کرنا ہے جیسے:

ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ (بقرہ:192)

اور وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ (اعراف:142)

---

1: صحیح مسلم، حدیث نمبر 1047 دار الکتب العلمیہ البیروت

تو پہلی آیت میں اس وہم کو رفع کرنا ہے کہ واو بمعنی اوُ کے ہو اور ثانی میں اس وہم کو کہ بعد والے دس دن کا وعدہ نہ تھا۔

3) معنی کی تفسیر کرنا

جیسے: اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿۲۰﴾ وَّ اِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿۲۱﴾ (معارج:19-20-21) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "ھلوعا" [1] کے بعد والا کلام اس ھلوعا کی تفسیر ہے۔

امام بیہقی نے فرمایا: لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ "یہ تفسیر ہے" اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ "کی۔

اور محمد بن کعب القرظی نے کہا: لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ﴿۳﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾ "یہ تمام اَلصَّمَدُ کی تفسیر ہے۔

4) دو مترادفوں کے مابین عطف کرنا

اور اس سے غرض بھی تاکید ہے جیسے:

اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ (یوسف:86)

لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾ (طٰہٰ:77)

لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَاۤ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾ (طٰہٰ:107)

اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا (احزاب:67)

اور اسی طرح صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ مبرد نے اس کا انکار کیا کہ یہ مترادف نہیں اور دونوں معنوں میں فرق ہے اگرچہ دقیق ہو۔

5) عام کا خاص پر عطف کرنا

یہ تعمیم کے ساتھ ساتھ اس عام کے قابل توجہ ہونے کا فائدہ دیتا ہے جیسے:

صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ (انعام:162) یعنی: "عبادتی"، رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا (نوح:28)

---

1: الدر المنثور، جلد اول، صفحہ ۲۶۳، مکتبہ اشرفیہ کوئٹہ

اور وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ (حجر:87)

6) خاص کا عام پر عطف کرنا

اور اس کو تجرید کہتے ہیں اور اس کا فائدہ اسی پہلے والے (مذکورہ بالا نمبر:۵) کا عکس ہے جیسے: حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی (بقرہ:238)

اور مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّلّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَرُسُلِہٖ وَجِبْرِیْلَ وَمِیْکٰلَ (بقرہ:98)

7) اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ رکھنا

- اس کا فائدہ یا تو تاکید ہے جیسے: وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰہُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ (بنی اسرائیل:105)
- یا متکلم کی تعظیم ہے جیسے: "السلطان یامرك بكذا" اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا اپنے آپ کو غائب کے صیغوں کے ساتھ ذکر کرنا جیسے: اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ
- مامور بہ میں ترغیب اس کا فائدہ ہے جیسے: وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ (فرقان:58)
- یا غائب کی تعظیم جیسے: اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (مجادلہ:22)
- یا غائب کی اہانت جیسے: اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ (مجادلہ:19)
- یا التباس سے احتراز جیسے: قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ (آل عمران:26) تو اگر "مِمَّنْ تَشَآءُ" کی جگہ ضمیر لاتے تو وہم ہوتا کہ یہ وہی اول ہے۔
- یا لذت پانے کے لیے جیسے: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرْ۔
- یا حکم کی علت پر اشارہ کرنا اس کا فائدہ ہے جیسے: فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَیْرَ

الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ (بقرہ:59)

- یا تعمیم کیلئے جیسے: اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا (نساء:151)
- یا تخصیص کیلئے جیسے: وَ امْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ (احزاب:50) تو اگر "لِلنَّبِيِّ" کی جگہ "لك" کہتے تو گمان کرنے والا گمان کرتا کہ آپ ﷺ کا غیر بھی اس حکم میں شریک ہے۔
- یا تھویل (ہولناکی) جیسے: فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ (صٰفٰت:177)
- یا استعطاف (نرمی ور حم طلب کرنا) جیسے: "اَللّٰھُم ارحم عَبدك"
- یا جملہ کے استیناف پر تنبیہ کرنے کیلئے جیسے: فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ۗ وَ يَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ (شوریٰ:24) تو اس آیت میں اس وہم کا دفعیہ ہے کہ "يَمْحُ" کا عطف "يَخْتِمْ" پر ہے اور اس کے مستانفہ ہونے پر تنبیہ ہے۔

8) تکرار

(اطناب کا ایک طریقہ تکرار بھی ہے) اور یہ قرآن کریم میں کثیر ہے،

اور تکرار کی دو قسمیں ہیں:

1) تکرار کی پہلی قسم

- لفظِ مفرد کی تکرار جیسے: اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۙ وَّ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ (فجر:21-22)
- یا جملہ کی تکرار جیسے: فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۙ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۙ (الم نشرح:5-6) اور جیسے: كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۙ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ (نباء:4-5)

**اس قسم کے فوائد میں سے**

- ایک تقریر و تاکید ہے جیسے کہ سورہ رحمٰن میں: فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ

(رحمٰن:13)اور سورۂ قمر میں وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ (قمر:22)

- دوسرا فائدہ تعظیم ہے جیسے: وَ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾ (واقعہ:27)
- تیسرا فائدہ تھویل ہے جیسے: وَ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ﴿۹﴾ (واقعہ:9)اور اَلْقَارِعَةُ ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَةُ ﴿۲﴾ (قارعہ)
- چوتھا فائدہ یہ ہے کہ کلام مقصود اور اس کے متعلق کے مابین جو کلام جاری ہوا اس کو یاد دلانا ہے جیسے:
  - لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ (آل عمران:188)
  - اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ﴿۴﴾ (یوسف:4)
  - اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾ (نحل:119)
  - اور جیسے: اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَ طَهَّرَكِ وَ اصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ (آل عمران:42)

2) تکرار کی دوسری قسم

دو مترادف لفظوں کے ساتھ معنی مفرد کی تکرار ہے جیسے: "ضَيِّقًا حَرَجًا"
اس کے فوائد بھی اول قسم کے فوائد کی طرح ہیں۔ ان کے علاوہ ایک ہی معنی کو مختلف شکلوں میں مرکب کی وجہ سے اعجاز پر تنبیہ، تقریر و تذکیر ہے نیز اس کلام میں تامل کی طرف شوق دلانا ہے کیونکہ نفس عجیب و منفرد اسلوب کو پسند کرتا ہے۔

9) تاکید

اطناب کے طرق میں سے نواں طریقہ تاکید ہے۔

### مؤکد کی اقسام

مؤکد کی کچھ اقسام ہیں:

1 ایک لفظ کا تکرار قَدْ مَرَّ

2 کل، اجمع اور اس کے اخوات کلا، کلتا وغیرہ اور اس کا فائدہ مجاز کے وہم کو دفع کرنا اور شمول کی تاکید ہے تو اللہ تعالیٰ کا فرمان فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ (حجر:30) ان لوگوں پر حجت ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ کروبین فرشتوں نے سجدہ نہ کیا۔[1]

3 مفعول مطلق جیسے: وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا (نساء:164) اور اس میں ان معتزلہ کا رد ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ کلام کی نسبت حق سبحانہ کی طرف مجاز ہے۔

4 حال جیسے: وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا (نساء:79)

5 کلماتِ صلہ: ان کو زائدہ اور مقحمۃ بھی کہتے ہیں۔ کثیر لوگ ان کے افادہء تاکید سے غافل ہیں۔

### کلماتِ صلہ

- افعال میں سے "کان" ہے جیسے: كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا (مریم:29)
- اور حروف میں سے "انْ" ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان: وَ لَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ (احقاف:26) میں "اِنْ" کے ساتھ تفسیر کی گئی ہے (یعنی اس آیت میں ان کو زائدہ کہا گیا) اور مشہور یہ ہے کہ "ان" نافیہ ہے۔
- اور حروف میں سے "اَنْ" ہے جیسے: وَ لَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا (عنکبوت:33)) اور اخفش نے کہا اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (بقرہ:246) حالانکہ "انْ" ناصبہ ہے۔

---

1: کروبین مقرب بارگاہ الٰہی فرشتے ہیں انہیں میں سے بعض مفسرین کے نزدیک جبریل، میکائیل، اسرافیل علیہم السلام ہیں یہ عبرانی لفظ ہے جس کی اصل "کَرُبِیْم" ہے۔

- ابو عبیدہ اور ابن قتیبہ کے نزدیک "اِذْ" بھی حروف صلہ میں سے ہے۔ جیسے: وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ (بقرہ:30) اور قصص قرآنیہ کے اوائل میں جہاں جہاں "اذ" آیا ہے وہ بھی حروف صلہ سے ہے اور مشہور یہ ہے کہ یہ "اذکر" مقدر کا ظرف ہیں۔
- حروف صلہ سے "الیٰ" ہے جیسے: فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ (ابراھیم:37) واؤ کے فتح کی قرات پر یعنی: "تھوی" بمعنی: "تحبُّھم" اور ایک قول یہ ہے کہ یہ "میل" کے معنی کو متضمن ہے (یعنی الیٰ زائدہ نہیں) اور یہ قول اظہر ہے۔
- حروف صلہ سے "ام" ہے جیسے: اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۞ اَمْ اَنَا خَیْرٌ (زخرف: 51) ابوزید کے گمان پر (ام حرفِ صلہ زائد ہے)۔
- حروف صلہ سے "باء" ہے جیسے: وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۞ (نساء:79)
- اور "فاء" ہے جیسے: بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ (زمر:66) اور قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا (یونس:58)
- اور "فی" ہے جیسے: وَقَالَ ارْكَبُوْا فِیْهَا (ھود:41)
- اور "کاف" ہے جیسے: لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ (شوریٰ:11)
- اور "لام" ہے جیسے: عَسٰٓى اَنْ یَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ (نمل:72)
- اور "لا" ہے جیسے: لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۞ (بلد:1) اسی آیت میں "لا" کے زائدہ ہونے پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۞ (التین:3) اور مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ (ص:75)
- اور حروف صلہ سے "ما" ہے جیسے: مِمَّا خَطِیْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا (نوح:25)
- اور "من" ہے جیسے: مَا تَرٰى فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ (ملک:3)

- اور واؤ ہے جیسے: فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ (صٰفّٰت:103)
- (کلماتِ صلہ میں سے افعال اور حروف تو بیان ہوگئے البتہ) اسم کا بطورِ صلہ زائد ہونا تو اکثر نحاۃ نے اس کو ممنوع قرار دیا اور زمخشری نے جواز کا فتویٰ دیا، اور اللہ تعالیٰ کے فرمان: فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا (بقرہ:137) کی تفسیر اسی سے کی (یعنی اس آیت میں "مثل" اسم کو زائد قرار دیا)۔

6 مؤکد کی اقسام میں سے "اِنَّ، اَنَّ، اَمَا، ھا" جو تنبیہ کے لیے ہیں، لام ابتداء، اَلَا استفہامیہ، ضمیر شان، قد، سین، سوف، لن، نون ثقیلہ، نون خفیفہ، اسمیتِ جملہ اور قسم ہے۔

فوائد تاکید:

(اوپر مؤکد کی اقسام کا بیان تھا اب اس تاکید کے فوائد کا بیان ہے تاکید کے آٹھ فوائد (۸) مصنف نے ذکر کیے ہیں:

1 پہلا فائدہ تمام فوائد کی اصل ہے ایسے حکم کی تقریر جس کا مخاطب منکر ہو یا اس میں متردد ہو۔ اول صورت میں تاکید واجب اور ثانی میں مستحسن اور انکار جتنا زائد ہوگا تو تاکید بھی اتنی ہی ہوگی۔ جیسے: اللہ تعالیٰ کا فرمان:

اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ (یٰس:14) (اِنّ اور اسمیتِ جملہ سے مؤکد کیا) قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ۝ (یٰس) قسم، ان، اسمیت جملہ اور لام کے ساتھ مؤکد کرکے۔

2 انکارِ مقدر کو رد کرنا اور انکارِ مقدر یہ ہے کہ مخاطب پر منکر کے مناسب علامت ہو نہ کہ "مُقر" کے مناسب علامت جیسے کہ تیرا ظالم قاضی کو کہنا: اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ (مؤمن:59)

3 ترددِ مقدر کو رد کرنا اور یہ اس وقت ہوگا جب کلام میں ایسے معنی کی طرف اشارہ

گزرا ہو جو سامع کو متردد کے مرتبہ میں اتار دے اور اس حکم کے طالب کے مرتبہ میں تو اس معنی کی تاکید لگائی جائے جیسے: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ۝ (الحج:1) تو اس آیت میں تقویٰ کا حکم اس قیامت کے معاملہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

4 اس بات پر تنبیہ کرنا کہ متکلم نے معاملے کو جیسا گمان کیا تھا اس کے خلاف واقع ہوا جیسے: رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ ۝ (شعراء:117)

5 حکم میں سچی رغبت کا اظہار کرنا جیسے: قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ (بقرہ:14)

6 متکلم کے عالم بالحکم ہونے کو پختہ کرنا جیسے: قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ (منافقون:1)

7 تاکیدِ مردود کی مطابقت جیسے: وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (منافقون:1)

8 ابہام کو دور کرنے والی شے کے ثبوت میں مبالغہ کرنا جیسے: وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ (منافقون:1)

10) ایغال

اطناب کے طرق میں سے دسواں طریقہ ایغال ہے، ایغال وہ کلام کو اس کے ساتھ ختم کرنا جس کے بغیر بھی کلام پورا ہو سکتا تھا اور یہ شعر کے ساتھ ہی خاص نہیں جیسا کہ بعض کا قول ہے جیسے: وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ۝ (نمل:80) تو اس آیت میں ظرف "اذا ولوا الخ "ایغال ہے جس کو ان کے عدم انتفاع کی تاکید کے لیے لایا گیا۔ وگرنہ تولی وعدم تولی بہرے کے لیے برابر ہیں۔

11) تذییل

وہ کلام کو جملہ مؤکدہ کے ساتھ ختم کرنا ہے جیسے کہ: وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۝ كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ (الانبیاء)

شعر:۔

و حی ذوی اضغان تستف قلوبهم
بحبك العظمی، و یذیع التفل

12) طرد و عکس

وہ دو ایسے کلاموں کو جمع کرنا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا مفہوم دوسرے کے منطوق کو مؤکد کرے جیسے: **لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝** (تحریم:6)

13) احتراص[1]

اس کو تکمیل بھی کہتے ہیں کلام سے جو وہم ہو اس کو دفع کرنا جیسے: **لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَٰنُ وَجُنُودُهُۥ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝** (نمل:18) تو اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف ظلم کی نسبت کو دور کرنا ہے۔

14) استقصاء[2]

وہ مقصود کو تمام وجوہ سے مکمل کرنا جیسے: **أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَن تَكُونَ لَهُۥ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ لَهُۥ فِيهَا مِن كُلِّ ٱلثَّمَرَٰتِ وَأَصَابَهُ ٱلْكِبَرُ وَلَهُۥ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ فَأَصَابَهَآ إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَٱحْتَرَقَتْ** (بقرہ:266) تو اس آیت میں جنت کی عمدگی کے وصف اور صاحب جنت کی اس کی طرف شدید حاجت اور بڑی ہلاکت خیزیوں کے ذریعے سے اس کو پانے کا اللہ تعالیٰ نے تفصیلی بیان کیا۔

15) تتمیم

وہ ایسے لفظ کو وارد کرنا جس کے بغیر بھی معنی پورا ہو جائے مطلوب میں مبالغہ کرتے ہوئے نہ کہ خلافِ معنی کے وہم کو دفع کرنے کے لیے جیسے: **وَءَاتَى ٱلْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ**

1: علم معانی میں اس لفظ کو کہتے ہیں جو کسی کلام سے خلافِ مراد کے وہم کا ازالہ کرے۔
2: کسی معاملہ کی تحقیق میں آخری حد تک پہنچنا، دور تک پتہ لگانا، چھان بین، ریسرچ، سروے۔

(البقرہ:177) تو مال یقیناً محبوب ہی ہوتا ہے اور جیسے: وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ (طٰہٰ:112) تو صالحات کا عامل وہ یقیناً مؤمن ہی ہوگا تو پہلی آیت میں محبوب شے کے خرچ کرنے پر مدح کرنا یہ نکتہ ہے اور دوسری میں اسلام کا اظہار ہے کہ وہی عمدہ ہے۔

اعتراض وہ ایک یا اس سے زائد جملوں کو کلام یا دو کلاموں کے مابین وارد کرنا اور مقصود دفع وہم نہ ہو اور اس کے کئی فوائد ہیں جیسے:

- تنزیہ مثلاً: وَ يَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَ لَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ (نحل:57)
- تعظیم جیسے: فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۙ وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۙ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۙ (الواقعہ:75-76-77)
- تبرک جیسے: لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ (فتح:27)
- گندگی کو قبیح جاننا جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں: فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (بقرہ:222)

# الفصل التاسع فی الایجاز

## ایجاز کی تعریف:

وہ معنی مرادی کے مساوی الفاظ سے کم لفظ کے ساتھ معنی کو ادا کرنا ہے۔

## ایجاز کی اقسام:

اس کی دو قسمیں ہیں:

## ایجاز القصر:

وہ یہ ہے کہ معنی کثیر ہوں اور الفاظ قلیل ہوں اور حذف بھی نہ ہو اور قرآن کریم اس قسم میں غایت پر ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے۔ اس کو

امام بخاری و مسلم نے روایت کیا[1] جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ (نحل:90) اسی وجہ سے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا خیر و شر کی جامع اس آیت سے زیادہ کوئی آیت قرآن میں نہیں اس کو مستدرک نے روایت کیا۔

اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اللہ کی قسم عدل واحسان نے اللہ تعالیٰ کی طاعت سے کچھ نہ چھوڑا مگر اس کو جمع کرلیا اور فحشاء، منکر اور بغی نے اللہ تعالیٰ کی معصیت سے کچھ ترک نہ کیا مگر اس کو جمع کرلیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔[2]

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان: خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ (اعراف:199) تو یہ آیت مکارمِ اخلاق کی جامع ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا تو یہ آیت تمام حدیث کی اصل ہے۔

مسئلہ:۔

کبھی کسی لفظ میں مفرد اور جمع دونوں جائز ہوتے ہیں پھر ان میں سے ایک کو کسی نکتہ کی وجہ سے ترجیح دیتے ہیں۔

❖ پس ان الفاظ سے سماء اور ارض ہیں، تو سماء کو جمع لاتے ہیں جب عدد کا ارادہ کیا جائے تا کہ وہ جمع لانا عظمت اور کثرت پر دال ہو جیسے: سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ (حشر:1) اور جب جہت مراد ہو تو مفرد لاتے ہیں جیسے: وَ فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ (ذٰریٰت:22) اور ارض کو ہمیشہ مفرد لائے کیونکہ اس کی جمع ثقیل ہے اور یہ وجہ بھی بیان کی گئی کہ زمین کے کچھ طبقات متصل ہیں بخلاف آسمان کے لیکن یہ قول فلاسفہ کے موافق ہے اور زمین کے طبقات کے جدا

1: بخاری حدیث نمبر 7013

2: تفسیر کبیر جلد:7، ص:259، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

ہونے کے بارے میں ایک حدیث روایت کی گئی لیکن امام نووی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

- انہیں الفاظ میں سے "الریح" بھی ہے جب عذاب کے لیے ہو تو مفرد اور رحمت کے لیے ہو تو جمع لاتے ہیں جیسے: وَ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ (الحاقہ:6) اور وَ اَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ (الحجر:22) اور حدیث مبارکہ میں ہے: "اللھم اجْعَلْھَار یاحاً و لا تجعلھا ریحاً"[1] (اے اللہ اس کو رحمت کی ہوائیں بنا اور اس کو عذاب کی ہوا نہ بنا) کیونکہ جب ہوا مختلف سمتوں سے چلے گی تو اعتدال پر ہو گی و گرنہ ایک ہی کیفیت غالب آجائے تو نقصان دے گی۔

اس قاعدہ پر یہ آیت وارد ہوتی ہے (کہ اس میں ریح واحد اور مراد رحمت کی ہوا ہے) وَ جَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا (یونس:22) اور اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ کشتیوں کا معاملہ مختلف ہے کیونکہ ایک طرف کی ہوا اس کے لیے رحمت اور اس کی چال کو درست رکھنے کی موجب ہے اور مختلف سمتوں کی ہوائیں اس کے اضطراب اور غرق کو ثابت کرتی ہیں۔

- انہیں الفاظ سے نور اور ظلمت ہیں۔ جیسے: يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (المائدہ:16) تو "نور" کو مفرد لائے کیونکہ اسلام ایک ہی ملت ہے اور کفر مختلف ملتیں ہیں اگرچہ خلقت و عادت میں ملت واحدہ ہیں۔
- انہیں الفاظ سے جنت اور نار ہیں جنت کی جمع کثیر ہے کیونکہ جنت کی انواع مختلف ہیں یعنی: سونا، چاندی، جواہرات اور ان کے درجات متفاوت ہیں حتی کہ دو درجوں کے مابین اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے مابین اور نار یہ ایک شے ہے۔

## ایجاز الحذف:

2) ایجاز کی دوسری قسم ایجاز الحذف ہے اور اس کی چار انواع ہیں:

---

1: مجمع الزوائد، حدیث نمبر: 17126۔

i.حذف الاقتطاع:

یعنی بعض کلمہ کو بغیر صرفی قاعدہ کے قطع کردینا جیسے ترخیم اور اللہ جل شانہ کا فرمان ہے: **لَٰكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي** (کہف:38) یعنی: "لکن انا" ایک قول کے مطابق اسی سے وہ حروف تہجی ہیں جو سورتوں کے اوائل میں واقع ہیں کہ وہ اسماء الٰہیہ کا بعض حصہ ہیں۔اور تفاسیر کے عجائبات سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: **وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ** (مائدہ:6) میں باء یہ کلمہ ءبعض کا ایک حصہ ہے۔ (یعنی بعض کا مخفف باء ہے)

ii.حذف الاکتفاء:

یعنی ایک شے کے ذکر پر اکتفاء کرلینا دوسری کو ذکر نہ کرنا دونوں کے مابین ربط کی وجہ سے اور یہ کسی نکتہ سے خالی نہیں ہوتا اور یہ معطوف کے ساتھ خاص ہے جیسے: **سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ** (نحل:81) یعنی: "الحر والبرد" تو اہل عرب کے نزدیک گرمی سے بچانا اہم تھا اس لیے صرف اس کا ذکر کیا اور سردی کا نہ کیا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان: **وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ** (انعام:13) مراد "وما تحرك" لیکن سکون حرکت سے زیادہ ہے اس لیے سکون کے ذکر پر اکتفاء کرلیا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان: **بِيَدِكَ الْخَيْرُ** (آل عمران:26) مراد "الخیر والشر" تھا۔ لیکن اول وہ مرغوب ہے، نیز ثانی کی صراحت سے رب کی طرف نسبت کرنا حسنِ ادب کے مناسب نہ تھا اس لیے خیر کے ذکر پر اکتفاء کرلیا۔

iii.حذف الاحتیاك:

یہ ایک عمدہ قسم ہے اور وہ متقابلین میں سے ایک کو حذف کردینا کیونکہ دوسرا اس پر دال ہے پھر محذوف کو ذکر کرنا مذکور کو حذف کردینا جیسے: **وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً** (بقرہ:171) یعنی: انبیاء اور کفار کی مثال اس کی سی ہے جو پکارے اور جس کو پکارا جائے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا** (توبہ:102)

یعنی: "صالحا بسیئی وسیئا بصالح"

iv.حذف الاحتراك:

وہ بقیہ تین اقسام کے علاوہ ہے جیسے

- مضاف کا حذف مثلاً: وَجَآءَ رَبُّكَ (فجر:22) یعنی: "امرہ"
- اور دونوں مضافوں کا حذف جیسے: فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ (طٰہٰ:96) یعنی: "حاضر فرسہ"
- تین مضافوں کا حذف جیسے: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ (نجم:9) یعنی: "فکان مقدار مسافة قربه مثل قاب قوسین"
- مضاف الیہ کا حذف جیسے: رَبِّ اغْفِرْ (اعراف:151) اور "اما بعد"۔
- مبتداء کا حذف جیسے: صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ (بقرہ:18)
- خبر کا حذف جیسے: اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا (رعد:35)
- موصوف کا حذف جیسے: وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ (ص:52) یعنی: حور۔
- صفت کا حذف جیسے: يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ (کہف:79) یعنی: "صالحة" اور ایک قراءت میں "سفینة صالحة" بھی ہے۔
- معطوف علیہ کا حذف جیسے: اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ (الشعراء:63) یعنی "فضرب فانفلق"
- مصدر کے فاعل کا حذف جیسے: لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ (حٰمٓ السجدہ:49) یعنی: "دعآئه الخیر"
- مفعول کا حذف جیسے: ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ (بقرہ:51) یعنی: "الھاً"
- کبھی فعل متعدی کو لازم کے مرتبہ میں اتار دیا جاتا ہے اور گمان یہ ہوتا ہے کہ مفعول محذوف ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا جیسے: هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (زمر:9) اور اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (نمل:53)

○ حال کا حذف ہونا جیسے: وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ (رعد:23،24) یعنی: "قائلین سلام علیکم"

○ منادی کا حذف جیسے: اَلَّا يَسْجُدُوْا (نمل:25) یعنی: "الا یا قوم"۔

○ حرف نداء کا حذف جیسے: يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا (یوسف:29)

○ عائد کا حذف بالخصوص جب کہ وہ منصوب ہو جیسے: وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (حدید:10)

○ نعم کے مخصوص کا حذف جیسے: نِعْمَ الْعَبْدُ (ص:30) یعنی ایوب علیہ السلام۔

○ موصول کا حذف جیسے: اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ (عنکبوت:46) یعنی: "والذی انزل الیکم"

○ فعل کا حذف جب کہ وہ ایسے اسم کے ساتھ ہو جس کے عامل کو تفسیر کی شرط پر حذف کیا گیا ہو اور قرینہ اس محذوف پر دال ہو جیسے: "زید" کہنا اس کے جواب میں جس نے کہا: "من قام؟"

○ ہمزہ استفہام کا حذف جیسے: "هٰذَا رَبِّيْ"

○ حرف جر کا حذف جیسے: وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا (اعراف:155) یعنی: "من قومه" اور حرف جر کا حذف اَنْ مصدریہ کے ساتھ کثیر ہے جیسے: وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ (شعراء:82)

○ حرف عطف کا حذف اور یہ اشیاء معدودہ میں کثیر ہے اور فاء الجواب کا حذف اور اس کا باب شعر ہے (یعنی فاء الجواب کے حذف کا باب نظم ہے نثر میں کم ہے) جیسے: "من یفعل الحسنات اللہ یشکرھا" (یعنی جو نیکیاں کرے گا تو اللہ ان نیکیوں کی جزا دے گا) اور اخفش کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اسی قبیل سے ہے: كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۨ الْوَصِيَّةُ (بقرہ:180)

○ ماضی کے اول سے "قد" کا حذف جیسے: اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۝ (شعراء:111)

- لا نفی کا حذف اور یہ "اَنْ" کے بعد کثیر ہے جیسے: يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا (نساء:176) اور اس آیت میں "لا نفی" کا حذف ایک وجہ پر ہے اور قسم کے بعد بھی "لا" کا حذف کثیر ہے جیسے: "فقلت يمين الله ابرح قاعدا"
- لام امر کا حذف جیسے: قُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (بنی اسرائیل:53) ابن ہشام نے اس حذف کو شعر کے ساتھ خاص کیا ہے۔
- وہ لام جو قسم کا ابتدائیہ ہوتا ہے اس کا حذف جیسے: وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ (انعام:121) یعنی: "لئن اَطَعْتُمُوْهُمْ" تھا۔
- جوابِ لو کے لام کا حذف جیسے: لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا (واقعہ:70)
- لقد کے لام کا حذف جبکہ کلام طویل ہو جائے جیسے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا (شمس:9)
- نون تاکید کا حذف اور اس کا محل شعر ہے۔ اور "الم نشرح" کو حاء کے فتحہ سے بھی پڑھا گیا ہے (یعنی اس قراءت کے مطابق یہاں نون تاکید محذوف ہو گا)
- جملۂ قسم کا حذف جیسے: لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ (آل عمران:152) یعنی: واللہ
- جواب قسم کا حذف جیسے: وَالْفَجْرِ ۙ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۙ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۙ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ (فجر:1-2-3-4) یعنی: "ليعذبن كفار مكة"
- جملہ شرط کا حذف امر، نہی، استفہام، تمنی اور عرض کے بعد عام ہے جیسے: اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (مومن:60)
- جزاء کا حذف اور یہ "لو" کے بعد کثیر ہے جیسے: فَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ (نور:14) یعنی: "لهلكتم"

## حذف کے دواعی:۔

- ان میں سے ایک محذوف کا ظہور ہے کیونکہ قرینہ اس پر دلالت کر رہا ہے تو من حیث الظاہر اس کا ذکر بے کار ہے جیسے: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۙ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ (ہمزہ:5-6)

- دواعی میں سے ایک فعل مشیت کا مفعول ہوتا ہے جیسے: تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ (آل عمران:26) نیز "فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ" (یعنی: ھدایتکم)

اہل معانی کہتے ہیں: فعل مشیت وارادہ کے مفعول کو اس شرط کے ساتھ حذف کیا جائے گا جب جزاء اس پر دلالت کر رہی ہو تاکہ وہ مفعول سامع کے ذہن میں اشتیاق کے بعد حاصل ہو بخلاف تیرے اس قول کے "لو شئت ان تعطینی درھمین" (کیونکہ یہاں جزاء مفعولِ اول پر دال نہیں) مگر یہ کہ جب معاملہ غریب ہو پھر حذف نہ ہو گا جیسے: "لو شئت ان ابکی دماً لبکیتہ" تاکہ سامع مفعول سے مانوس ہو جائے۔

- دواعی حذف سے وقت کا تنگ ہونا ہے جیسے کہ تحذیر واغراء میں ہوتا ہے مثلاً: نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا (شمس:13)
- ایک داعی اس شے کا بڑا ہونا ہے گویا کہ قائل اپنی زبان سے ان کو محفوظ رکھتا ہے جیسے: صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ (بقرہ:18) یعنی: "ھم"
- ایک داعی محذوف کی تفصیل سے کلام کا تنگ ہونا بھی ہے جیسے: حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا (زمر:73) تاکہ یہ اس بات پر دلالت کرے کہ وہ جس کو پائیں گے اس کو شمار نہیں کر سکتے۔
- ایک داعی ارادہ عموم ہے جیسے: اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (فاتحہ:4) یعنی: "فی کل مھم"
- اسی طرح وَاللّٰهُ يَدْعُوْۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ (یونس:25) یعنی: "کل واحد"
- ایک داعی کثیر الاستعمال کی تخفیف ہے جیسے حرفِ نداء۔
- ایک داعی عرب کے استعمال کی اتباع ہے جیسے: "حمداً، سقیاً، اھلاً وسھلاً، نعم الرجل زید، ضربی زیداقائماوغیرہ"۔
- ایک داعی رعایتِ فاصلہ بھی ہے جیسے: مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى (ضحیٰ:3)
- ایک داعی حیاء بھی ہے جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان: "مارای منی وما رایت منه" یعنی: "الستر"

# الفصل العاشر فی خلاف مقتضی الظاهر

کبھی کلام کو کسی نکتہ کی وجہ سے مقتضی ظاہر کے خلاف اور مقتضیٰ حال کے مطابق لایا جاتا ہے خلافِ مقتضی ظاہر کی تمام اقسام کا ایک نکتہ عام نئے اسلوب کے ساتھ سامع کو جگانا اور ہشاش بشاش کرنا ہے اس کی کثیر اقسام ہیں (چند ایک درج ذیل ہیں)

## التفات کے احکام

1) التفات: کلام کو تکلم، خطاب اور غیبت میں سے ایک طریقہ سے دوسرے طریقے کی طرف نقل کرنا اس شرط کے ساتھ دونوں طریقے جملہ میں ہوں اور مراد ان دونوں سے ایک ہے۔

- پس تکلم سے خطاب کی طرف التفات جیسے: **وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ وَ اَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ** (انعام: 71-72) یعنی: "لنقم الصلوة"
- خطاب سے تکلم یہ نادر ہے اور قرآن میں واقع نہیں۔
- تکلم سے غیبت کی طرف التفات جیسے: **اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ؕ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ ؕ** (کوثر: 1-2)
- اس کا عکس جیسے: **سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا** (اسراء: 1)
- خطاب سے غیبت جیسے: **وَ كَرَّهَ اِلَیْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْیَانَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۙ** (حجرات: 7)
- اور اس کا عکس جیسے: **مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ؕ** (فاتحہ: 3)
- اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان: **فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ** (بقرہ: 196)
- سکاکی نے کہا التفات نقل کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ ایسے اسلوب کے ساتھ ابتداء کرنا جو ظاہر کے مخالف ہو یہ بھی التفات ہے جیسے: **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ**

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (فاتحہ:1) ظاہر یہ تھا کہ "الحمد لنا" ہوتا۔

2) مستقبل کو لفظ ماضی سے تعبیر کرنا تاکہ اس کے وقوع کے ثبوت پر تنبیہ ہو جیسے: وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا (زمر:73) اور نُفِخَ فِي الصُّوْرِ (حاقہ:

13) یا پھر تفاؤل (نیک شگونی) کے لیے لفظ ماضی سے تعبیر کرتے ہیں جیسے:

"ادخلك الله الجنة"

3) ماضی اور مستقبل کو حال کے لفظ سے تعبیر کرنا اور اس سے مقصود معنی کو حاضر کرنا ہوتا ہے گویا کہ وہ محسوس مشاہد ہے جیسے:

- ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (آلِ عمران:59) یعنی: "کان"
- اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (نحل:124) یعنی: "سیحکم"
- اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ (ذٰریٰت:6) یعنی: "سیقع"
- اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ (ھود:103) یعنی: "سیجمع" کیونکہ اسم فاعل اور مفعول دونوں زمانہ حال میں حقیقت ہیں۔

## تغلیب کے احکام

4) تغلیب:۔ اور وہ کسی شے کو اس کے مناسب کے ساتھ اختصاراً تعبیر کرنا ہے جیسے: عمرین (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) اور قمرین (سورج اور چاند کے لیے) ابوین (ماں اور باپ کے لیے) اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ (کہف:50)۔[1]

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان: لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ

1: اس میں تغلیب ہے کیونکہ ابلیس جنی ہے فرشتہ نہیں ایک قول کے مطابق اور اس میں مفسرین کا اختلاف ہے للہ در المصنف مصنف نے یہاں آیت کی تفسیر تغلیب سے کی اور یہ ظاہر کیا کہ ان کے نزدیک ابلیس جنس ملائکہ سے نہیں اور یہ تغلیب پر محمول ہے والہذا استثناء کی عدم صحت کا اعتراض بھی نہ ہو گا۔ ۱۲ عبد الواحد

قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِىْ مِلَّتِنَا (اعراف:88) کیونکہ حضرت شعیب علیہ السلام ان کی ملت میں سے نہ تھے۔[1]

اسی طرح قرآن کریم میں احکام کے مذکر صیغے تغلیب کے باب سے ہیں کیونکہ یہ اپنے عموم کے ساتھ عورتوں کو بھی شامل ہیں۔

## قلب کے احکام

5) قلب کی تعریف: قلب وہ کلام کی ترکیب کا عکس ہے جیسے:"ادخلت الخاتم فی الاصبع" سکاکی نے اس کو مطلقاً جائز قرار دیا اور بعض نے مطلقاً رد کر دیا اور کہا گیا کہ اگر وہ کسی نکتہ کو متضمن ہے تو قبول ہے و گرنہ نہیں سوائے شعر کے اور قلب کے باب سے ہی قرآن میں ہے: اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ (آل عمران:55) تو قتادہ نے کہا:"رافعك الیّ و متوفیك"[2]

اسی قلب کے باب سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (توبہ:55) قتادہ نے کہا یعنی:"لا تعجبك فی الحیوة الدنیا"

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان: لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ

---

1: یہاں تغلیباً حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کی ملت میں شامل ہونے والا کہا گیا ہے۔

2: اس میں متنبی کذاب غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کا رد ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں حضرت مسیح علیہ السلام نے وفات پائی سولی دیئے گئے اور پھر آسمان کی طرف موت کے بعد اٹھائے گئے اور استدلال اس آیت سے کرتے ہیں کہ متوفیك مقدم ہے اور رافعك مؤخر ہے تو ثابت ہوا حضرت مسیح نے وفات پائی پھر آسمان کی طرف موت کے بعد اٹھائے گئے ان کا یہ استدلال ببانگ دہل ان کی جہالت کا اعلان کر رہا ہے، کیونکہ واؤ یہ مطلق جمع کے لیے آتی ہے اور اس پر اہل لغت و عربیہ کا اجماع ہے ترتیب لازم نہیں۔ وللہ در المصنف مصنف علام نے اس آیت کو قلب پر محمول کر کے ان کے استدلال کو جڑ سے ہی اکھیڑ دیا۔ اس مسئلہ میں اعلیٰ حضرت تاجدار گولڑہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب مستطاب تصنیف فرمائی اس کا نام "شمس الھدایہ فی اثبات حیاۃ المسیح" ہے تو اس کا مطالعہ مفید ہے اس کتاب میں دلائل قاہرہ وباہرہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا ثبوت اور مرتد قادیانی کا رد بلیغ ہے۔

(ص:26)یعنی:لھم عذاب شدید یوم الحساب بمانسوا

6) سائل کو وہ جواب دینا جو مسؤول نہ تھا۔ جیسے: قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا (شعراء:23)تو یہ جواب اس بات کی اطلاع کیلئے دیا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی ماہیت عقلوں کے ادراک سے ماوراء ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان: یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ (بقرہ:198) اس بات پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ ان کے لائق یہ ہے کہ شرعیات کے بارے میں سوال کریں نہ کہ فلسفیات کے بارے میں۔

7) مسؤول عنہ سے زائد جواب دینا جیسے: وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی ﴿۱۷﴾ قَالَ هِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّؤُا عَلَیْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی ﴿۱۸﴾ (طٰہٰ:17-18)خطاب میں حصول لذت کے لیے زائد جواب دیا۔

8) مسؤول عنہ سے کم جواب دینا جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ هٰذَاۤ اَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا یَکُوْنُ لِیْۤ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ (یونس:15)اس بات پر تنبیہ کے لیے کہ اس کی مثل کو لانا ظاہر الانتفاء ہے جو نفی کا محتاج نہیں اس لیے اس کا جواب نہ دیا۔

9) مخاطب جس کی امید کرتا ہے اس کے غیر کے ساتھ اسے ملنا بایں طور پر کہ اس کے کلام کو اس کے مقصود کے خلاف پر محمول کرنا تا کہ اس کو تنبیہ ہو کہ وہ غیر قصد کے زیادہ لائق ہے حجاج نے قبعثری کو کہا میں ضرور تجھ کو ادھم (زنجیر) پہنادوں گا تو قبعثری نے کہا امیر کی مثل تو ادھم و اشھب (چتکبرے اور تیز رفتار گھوڑے) پر ہی سوار کرتا ہے تو حجاج نے کہا: "ادھم حدید" (لوہے کی زنجیر) ہے تو قبعثری نے کہا حدید (تیز گھوڑا) بلید (سست گھوڑے) سے بہتر ہے۔

10) اسم ضمیر کو اسم ظاہر کی جگہ رکھنا یا تو اس اسم ظاہر کے واضح ہونے کہ وجہ سے جیسے: اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ﴿۱﴾ (قدر:1) یا ابہام کے بعد تفسیر کے ذریعے سامع کے ذہن میں پختہ کرنے کے لیے ایسے طریقہ پر کہ وہ ضمیر کو جانے تفسیر سے قبل

جیسے: "ربّه رجلاً نعم رجلاً زید" اور "یاله فارساً" اور "یاله واھبةً" اسی سے ضمیر شان وقصہ ہیں۔

11) اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ رکھنا اور یہ اطناب میں گزر گیا۔

12) لفظ کے خلاف معنی کی رعایت کرنا جیسے: بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ (نمل:55) ان کے جہل کی صراحت کے لیے۔

## تعریض کے احکام

13) تعریض وہ فعل کی نسبت کسی کی طرف کرنا اور مراد اس کا غیر لینا اور اس کے فوائد میں سے ملامت ہے جیسے: وَ مَا لِیَ لَاۤ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ (یٰس:22)

14) خبر بمعنی انشاء اس کا امر و نہی میں فائدہ تاکید ہے گویا کہ مامور بہ اس بات کا حقدار ہے کہ اس کو واقع شمار کیا جائے۔ اور منھی عنه اس کا کہ اس کو منفی شمار کیا جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (بقرہ:228) اسی طرح فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ (197:ط)

اور دعا میں اس کا فائدہ تفاؤل ہے جیسے: تَبَّتْ یَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ (لھب:1)

# الباب الثانی

# الباب فی علم البیان

## علم بیان کی تعریف:

وہ ایک معنی کو ایسے مختلف اسالیب سے لانے کا علم ہے جن میں سے بعض بعض سے زیادہ واضح ہوں اور یہ علم کچھ فصول پر مشتمل ہے۔

## الفصل الاول فی التشبیہ

ادات تشبیہ کاف، کَاَنَّ، مثل شَبَّہَ اور جو ان دونوں سے مشتق ہوں اور بعض لوگوں نے علم ،حسبان کے افعال کو بھی اداتِ تشبیہ سے بنایا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ علم اور حسبان میں ادات تشبیہ محذوف ہے یہ افعال تشبیہ کے لیے نہیں ہیں بلکہ قرب کی خبر دینے کے لیے ہیں جیسے علمته اسدآیابعید کی خبر دیتے ہیں جیسے یحسبه الظمان ماء آ۔

### تشبیہ کی اقسام

اس کی کئی اقسام ہیں چند یہ ہیں:

1) پہلی تقسیم طرفین کے حسی و عقلی ہونے کے اعتبار سے ہے:

- اس میں دونوں طرفیں حسی ہوں گی جیسے وجہ اور شمس مثلاً حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾ (یٰس:39)
- یادونوں طرفیں عقلی ہوں جیسے علم اور حیاۃ۔
- یا مختلف ہوں گی جیسے علم اور نور اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ (ابراھیم:18)

امام رازی نے محسوس کو معقول سے تشبیہ دینے کو ممنوع قرار دیا کیونکہ اول یعنی محسوس ثانی یعنی معقول کے لیے اصل ہے تو اصل کو فرع بنانا لازم آئے گا۔ لیکن حق یہ

ہے کہ فرع کو اصل بنانے سے اگر مبالغہ مقصود ہو تو جائز ہے جیسے کہ شاعر کا قول:

کان النجوم بین دجاہ

سنن لاح بینھن ابتداع

ترجمہ: رات کے اندھیرے کے مابین ستارے گویا کہ وہ سنن (سنت کی جمع) ہیں جو بدعتوں کے مابین ظاہر ہیں (یہ قاضی تنوخی کا شعر ہے جو سرکار ﷺ کی سنن ھدیٰ کی مدح میں ہے)

2) دوسری تقسیم[1] وجہ شبہ کے اعتبار سے ہے:

- اس میں وجہ شبہ بسیط ہو گی جیسے زید اور اسد کے مابین شجاعت
- یا پھر وہ وجہ شبہ مرکب ہو گی جو متعدد امور سے حاصل ہو گی۔

**کیا تشبیہ مرکب کے لیے طرفین کا مرکب ہونا شرط ہے؟**

اس میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک شرط ہے ان میں سید شریف جرجانی بھی شامل ہیں اور ایک قوم کے نزدیک شرط نہیں اور ان میں تفتازانی بھی شامل ہیں۔ ان کا استدلال اس آیت کریمہ سے ہے **"مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا"** (بقرہ:17) اس کا جواب جمہور کی جانب سے یہ دیا کہ لفظ مثل کے مفرد ہونے کا اعتبار نہیں بلکہ طرفین کے مرکب ہونے مراد "قصہ مرکبہ" ہے۔

3) تیسری تقسیم وجہ شبہ کے اعتبار سے ہے:

- وجہ شبہ یا تو صفتِ حقیقیہ میں سے ہو گی اب برابر ہے کہ وہ کیفیاتِ محسوسہ سے ہوں جن کا ادراک حواس خمسہ سے ہوتا ہے مثلا رنگ، آواز، بُو وغیرہ یا کیفیاتِ نفسانیہ معقولہ مثلا کرم، شجاعت، علم، غضب و حلم وغیرہ۔
- یا وجہ شبہ صفت اضافیہ ہو گی جیسے ارتفاع وانحطاط۔

4) چوتھی تقسیم وہ یہ ہے:

1: دوسری تقسیم وجہ شبہ کے اعتبار سے ہے کہ اس میں وجہ شبہ بسیط ہو گی اور اس تشبیہ مرکب کو تمثیل بھی کہتے ہیں۔

- تشبیہ دو غیر مقید مفردوں کے مابین واقع ہوگی مثلاً عین و نرگس۔
- یا دو مقید مفردوں کے درمیان ہوگی جیسے الرفیق الصدوق اور بیض الانوق۔
- یا ایک طرف مفرد مقید دوسری غیر مقید جیسے وجہ الغضبان اور اللھب۔ المومن کالقلب المامور یہ تشبیہ بھی اسی قسم سے ہے۔
- یا تشبیہ دو مرکبوں کے درمیان ہوگی جیسے پسینے سے شرابور رخسار کو اس پھول سے تشبیہ دینا جس پر شبنم پڑی ہو۔

مرکب و مفردِ مقید کے مابین فرق وجدانِ صحیح سے جانا جاسکتا ہے اور مفرد و مرکب کے درمیان فرق اس مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ دنیا کو خوبصورت باغ سے تشبیہ دینا اور وجہ شبہ یہ ہے کہ دونوں کے اھل گمان کرتے ہیں وہ یہاں ہمیشہ رہیں گے حالانکہ وہ باغ اور اس کے اھل دونوں نے فنا ہو جانا ہے۔

5) پانچویں تقسیم طرفین کے متعدد ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے ہے:

- اگر مشبہ متعدد ہو تو اسے تشبیہ التسویہ کہتے ہیں جیسے کہا جائے سعاد و سلمی چاند کی طرح ہیں۔
- اگر مشبہ بہ متعدد ہوں تو اسے تشبیہ الجمع کہتے ہیں مثلاً یہ کہنا سعاد پھول یا بدر یا سورج کی طرح ہے۔
- اگر دونوں طرفین لف و نشر کی ترتیب پر متعدد ہوں تو اسے ملفوف کہتے ہیں مثلاً خدھا و شفتھا کالورد و العقیق۔
- بعض کے نزدیک اگر دونوں طرفین متعدد ہوں اور ہر جز کو اس کی نظیر کے ساتھ ملایا گیا ہو تو اسے مفروق کہتے ہیں مثلاً خدھا کالورد و شفتھا کالعقیق۔

مصنف فرماتے ہیں اس اخیر صورت میں میرے نزدیک دونوں مستقل تشبیہات ہیں۔

6) چھٹی قسم مجمل اور مفصل ہے:
- مجمل وہ ہے جس میں وجہ شبہ مذکور نہ ہو جیسے زید کالاسد۔
- اور مفصل اس کے برعکس جیسے زید کالسحاب فی الجود۔

7) مبتذل جو سہولت سے جان لی جائے جیسے قدہ کغصن البان اور غریب جس کا ادراک تامل سے ہو جیسے مَثَلُ نُورِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ (النور:35)

8) مؤکد جس میں ادات تشبیہ محذوف ہو جیسے هو اسد اور وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ (الاحزاب:6) اور مرسل جو اس کے برعکس ہو جیسے هو کالاسد.

# الفصل الثانی فی المجاز

## مجاز کی تعریف:

وہ لفظ ہے جو اپنی اصلی جگہ سے بحکم عقلی یا وضعی تجاوز کر جائے اگر بحکم عقلی تجاوز کرے تو مجاز عقلی اور اگر بحکم وضعی تجاوز کرے تو مجاز لغوی ان دونوں اقسام میں قرینہ حالیہ یا مقالیہ اور صحیح علاقہ کا ہونا ضروری ہے۔ تو اگر مجاز لغوی میں علاقہ مشابہت کے علاوہ ہو تو مجاز مرسل ہے وگرنہ استعارہ ہم ان کو تین انواع میں ذکر کرتے ہیں۔

# النوع الاول فی المجاز العقلی

اس کو مجاز فی الاسناد اور مجاز فی الترکیب کہا جاتا ہے اس کی تعریف مختار یہ ہے کہ وہ فعل کی نسبت کرنا ہے اس کے غیر کی طرف جس کا وہ صاحب ہے جیسے فعل کے کسی ملابس کی طرف مثلاً

- ظرف مکان جیسے جری النهر اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ (النساء:35)
- ظرف زمان جیسے نهاره صائم اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ (سبا:33)

- اسی طرح يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا (المزمل:17)
- اسی طرح انبت الربیع البقل
- اور سبب کی طرف جیسے يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا (غافر:36)
- اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ (القصص:4)
- اور مصدر جیسے جدَّ جدُّہٗ اور مفعول کی طرف اسناد جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ (ابراھیم:41)۔

# النوع الثانی فی المجاز المرسل

اکثر اوقات مجاز مرسل کا اطلاق اس پر کیا جاتا ہے کہ لفظ کو ما وضع لہ کے غیر میں مشابہت کے علاوہ کسی علاقہ کی وجہ سے استعمال کرنا اور اس کی کثیر اقسام ہیں:۔

1. کل سے جزء مراد لینا جیسے يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ (البقرۃ:19) یعنی انا ملھم (پورے)۔
2. عکس جیسے وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرۃ:195) یعنی انفسکم۔
3. مسبب سے سبب مراد لینا جیسے يُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا (الغافر:13)۔
4. عکس جیسے راعیت المطر ای النبات۔
5. مشروط پر شرط کا اطلاق کرنا جیسے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ (البقرۃ:143) یعنی صلاتکم۔
6. عکس جیسے من لم یصل خلد فی النار ای من لم یؤمن۔
7. معلول کا علت پر اطلاق کرنا جیسے فعل کا ارادہ پر مثلاً فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (النحل:98) اور اسی طرح وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا (الاعراف:4)۔
8. عکس جیسے فعل پر قدرت مثلاً فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ (الانبیاء:87)۔
9. کسی شے کا وہ نام رکھنا جس پر وہ زمانہ ماضی میں تھا جیسے وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ

(النساء2)۔

10. کسی شے کا وہ نام رکھنا جو مستقبل میں ہوگا جیسے اِنِّیۡۤ اَرٰىنِیۡۤ اَعۡصِرُ خَمۡرًا ۚ (یوسف:36)۔

11. مجاز بالقوۃ جیسے بہائی ہوئی شراب کو خمر کہنا۔

12. محل سے حال مراد لینا جیسے ید سے قدرت مراد لینا۔

13. عکس جیسے فَفِیۡ رَحۡمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ۝ (آلِ عمران:107) ای فی الجنۃ۔

14. کسی شے کا اس کے آلہ سے نام رکھنا جیسے وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ (ابراھیم:4) یعنی بلغتھم۔

15. ضد کو مراد لینا جیسے فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ۝ (آلِ عمران:21) اسی طرح مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسۡجُدَ (الاعراف:12) یعنی ما آمرک۔

16. فعل کے قرب کو مراد لینا جیسے اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ سَرِّحُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ ۠ (البقرۃ:231) یعنی قاربنَ اَجلَھُنَّ۔

17. ملزوم سے لازم مراد لینا جیسے وقعت الشمس علی الجدار ای ضوءھا۔

18. عکس جیسے خُذُوۡا زِیۡنَتَكُمۡ (الاعراف:31) یعنی زینت کے ملزومات۔

19. خاص سے عام مراد لینا جیسے مشفر سے شفۃ مراد لینا۔

20. عکس جیسے اُوۡتِیَتۡ مِنۡ كُلِّ شَیۡءٍ یعنی مما یؤتی مثلھا۔

21. ظرف سے مظروف مراد لینا جیسے وَسۡـَٔلِ الۡقَرۡیَةَ (یوسف:82)۔

22. عکس جیسے کسرت الخمر۔

23. موصوف پر صفت کا اطلاق کرنا جیسے کہ شاعر کا قول:

ان تحت الاحجار حزما و جوداً

و خصیما الد ذا معلاق

ترجمہ: بے شک پتھروں کے نیچے ہوشیار سخی، سخت جھگڑالو اور چمٹ جانے والا ہے

(یہ تمام صفات ہیں اور اطلاق موصوف پر ہے)۔

24. غایت کا مغیا پر اطلاق جیسے کہ حدیث مبارکہ میں ہے: قوموا الی الجنة عرضها السموت و الارض ای الجهاد۔

تو یہ مجاز مرسل کے مشہور علاقے ہیں اور ایک قوم نے ان کو دس میں اور سات اور پانچ میں ضبط کر دیا بعض کو بعض میں داخل کر کے اور دوسروں نے ان کی مخالفت کی اور کہا مجاز مرسل کی انواع کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔

- لہٰذا انہیں انواع میں سے قلب ہے جس کا بیان گزر چکا۔
- نیز وہ کلام جس میں حروف ہوں ان کے نزدیک جو یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کا کوئی زائد فائدہ نہیں ہوتا وہ بھی مجاز مرسل کی قسم ہے۔
- اسی طرح تغلیب بھی ایک قسم ہے کیونکہ ابوین مثلاً یہ اب اور ام کے لیے وضع نہیں کیا گیا۔
- اسی سے حرف جر کا اپنے معانی موضوع لہ کے غیر میں استعمال ہونا جیسا کہ نحو میں بیان کیا گیا۔
- اسی طرح حروف استفہام و ندا کا اپنے معانی موضوع لہ کے غیر میں استعمال ہونا مجاز مرسل ہے۔
- یوں ہی فعل کی فعل کے ساتھ تضمین ہے اور اس تضمین پر دال فعل کا ایسے حرف سے متعدی ہونا ہے جس سے وہ متعدی نہ ہوتا ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: **يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ** (الانسان:6) تو یہ تلذذ کے معنی کو متضمن ہے۔
- یوں ہی مصدر کا فاعل پر اطلاق جیسے **فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ** (الشعراء:77)
- اور مفعول پر مصدر کا اطلاق جیسے **لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ** (الروم:30) یعنی لمخلوقه۔
- اس کا عکس جیسے **لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝** (الواقعة:2) یعنی تکذیب اور اللہ تعالیٰ کا فرمان **بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝** (القلم:6) یعنی الفتنه۔

- اسی طرح صیغہ فاعل کا مفعول پر اطلاق جیسے مَّآءٍ دَافِقٍ یعنی مدفوق اور اس کا عکس جیسے حِجَابًا مَّسْتُوْرًا یعنی ساتر اُو غیرہ یہ تمام مجاز مرسل کی اقسام ہیں۔
- اسی طرح مفرد کا شئی پر اطلاق اور اس کا عکس جیسے وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ (التوبہ:62) یعنی یرضوھما۔ اور عکس کی مثال نَسِيَا حُوْتَهُمَا (الکھف:61) یعنی نسی یوشع۔
- اور تثنیہ کا جمع پر اطلاق جیسے لبیك و سعدیك ای البابات و اسعادات اور جمع کا مفرد پر اطلاق جیسے رَبِّ ارْجِعُوْنِ (المؤمنون:99)۔
- اور جمع کا تثنیہ پر اطلاق قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَاۤ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ (ص:22)

یہ سب مجاز مرسل ہیں۔

- نیز ماضی کا مستقبل پر اطلاق جیسے نُفِخَ فِي الصُّوْرِ (المومنون:101) اور اسی کا عکس جیسے مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ (البقرۃ:103) ای تلت۔
- نیز خبر کا انشاء پر اطلاق جیسے فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ (البقرۃ:197)، وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ (البقرۃ:233)۔
- اور رحمہ اللہ کہنا دعا میں اس کا عکس جیسے فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا (التوبہ:82) ان کے حال کی حکایت کے طور پر جب وہ عذاب دیئے جائیں گے، اور قلیل یہاں بمعنی عدم کے ہے بہر حال یہ تمام بھی مجاز مرسل کی اقسام ہیں۔
- مجاز مرسل کی ایک قسم مؤنث کی تذکیر ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (الاعراف:52) اور اس کا عکس بھی جیسے الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (المؤمنون:11)

کیا مجاز مرسل کی اقسام میں اہل لغت سے سماع شرط ہے؟

تو جمہور کے نزدیک انواع کا سماع شرط ہے۔ نہ کہ جزئیات کا۔

اور میرے نزدیک (یعنی مصنف عبد العزیز بن احمد) حق یہ ہے کہ اس معاملہ میں

اعتماد ذوق اور انتقال کی صحت پر ہے۔

# النوع الثالث من المجاز فی الاستعارات

## استعارہ کی تعریف:

اکثر اوقات استعارہ کا اطلاق لفظ کو اپنے معنی کے غیر میں مشابہت کی وجہ سے استعمال کرنے پر کیا جاتا ہے تو مشبہ کو مستعار لہ اور مشبہ بہ کو مستعار منہ کہتے ہیں اور اس لفظ کو مستعار کہتے ہیں۔

## تشبیہ و استعارہ میں فرق

ان میں فرق یہ ہے کہ استعارہ میں مشبہ نہ تو مذکور ہوتا ہے اور نہ ہی محذوف ہوتا ہے اس میں مشبہ بہ اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ اگر قرینہ حالیہ یا مقالیہ نہ ہو تو اس سے مراد اس کا مسمّٰی اور مشبہ مراد لے لیا جائے۔ جیسے رایت اسداً یرمی بخلاف زیدٌ اسدٌ کے یہاں مشبہ مراد نہیں لے سکتے۔

## استعارہ کی اقسام

مصنف نے استعارہ کی کئی اقسام کو بیان کیا جو درج ذیل ہیں:

## تقسیم اول:

استعارہ وفاقیہ

وہ جس میں اس کی دونوں طرفوں کو جمع کرنا ممکن ہو جیسے يَخُوضُونَ فِيٓ ءَايَٰتِنَا (الانعام:68) تو یہاں خوض فی الماء کو آیات میں طعن کرنے کے لیے استعارہ لیا گیا اور ممکن ہے کہ ان دونوں کے ساتھ ایک کا وصف بیان کیا جائے۔

عنادیہ

اس کے برخلاف ہے جیسے بہادر شخص کے لیے لفظ اسد کو استعارہ لیا جائے۔ تو یہ دونوں حقیقت ہیں جو جمع نہیں ہو سکتیں اسی طرح فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢١﴾ (آل

عمران: 21) میں ضد کو ضد کے لیے استعارہ لیا گیا ہے۔

وفاقیہ اور عنادیہ دونوں اللہ تعالیٰ کے فرمان اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ (الانعام: 122) میں جمع ہو گئے ہیں تو میت کو گمراہ کے لیے استعارہ لینا عنادیہ ہے اور احیاء کو ہدایت کے لیے استعارہ لینا وفاقیہ ہے۔

**تقسیم ثانی:**

**تحقیقیہ**

جس کی طرف مستعار لہ شئی محقق ہو:

- یا تو حسی طور پر جیسے لفظ اسد کو بہادر شخص کے لیے استعارہ لینا
- یا عقلی طور پر جیسے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (الفاتحہ: 6) ای دین اسلام

**تخییلیہ**

جو تحقیقیہ کے خلاف ہو اور وہ مشبہ بہ کے بعض خواص کو مشبہ کے لیے ثابت کرنا جیسے جَرَحَہُ مخلب الموت (اس کو موت کے پنجے نے زخمی کر دیا) تو موت کے لیے مخلب کا اثبات خیالی ہے۔

**تقسیم ثالث:**

**مکنیہ**

یہ ہے کہ متکلم تشبیہ کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھے اور اس تشبیہ کے ارکان میں سے صرف مشبہ کو ذکر کرے اور غالباً استعارہ تخییلیہ کے ذریعے مشبہ بہ پر دلالت کرے جیسے السعید من کبح عنان النفس عن الشھوۃ (خوش بخت وہ ہے جس نے شہوت سے اپنے نفس کی لگام کو کھینچ لیا) تو متکلم نے نفس کو سرکش سواری کے ساتھ تشبیہ کو پوشیدہ رکھا تو یہ استعارہ مکنیہ ہو گا پھر لگام کو ثابت کرنا تخییلیہ ہے جو اس پر دال ہے۔

استعارہ مصرحة

وہ ہے جس میں مشبہ بہ کو ذکر کیا گیا ہو اور ساتھ ایسا قرینہ ہو جو اس مشبہ بہ کو مراد لینے سے صارف ہو جیسے رایت اسداً یرمی (میں نے شیر کو تیر اندازی کرتے ہوئے دیکھا)

تقسیم رابع:

مطلقہ:

جس میں استعارہ کی طرفوں کے لوازم میں سے کچھ ذکر نہ کیا گیا ہو جیسے رایت اسداً یعنی شجاعاً

مجردہ:

مستعار لہ کے مناسب کو استعارہ میں نہ ملایا گیا ہو تو استعارہ مجردہ ہوگا۔ جیسے ریت اسداً شاکی السلاح (میں نے ہتھیار بند شیر کو دیکھا)

مرشحة:

وہ ہے جس کے ساتھ مستعار منہ کے مناسب کو ملایا گیا ہو جیسے رایت اسداً حاد المخالب (میں نے تیز دھار دار پنجوں والے شیر کو دیکھا) اور اللہ تعالیٰ کا فرمان **أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ** (البقرة:16) بھی اسی قسم سے ہے کہ اشتراء کو استعارہ لیا گیا گمراہی کو ہدایت پر اختیار کرنے کے لیے اور اس کے ساتھ تجارت و نفع کو ملا دیا جو مستعار منہ کے مناسب ہیں۔

تقسیم خامس:

عامیہ:

وہ ہے جس میں کوئی گنجلک پن نہ ہو۔

خاصیہ:

وہ ہے جس میں گنجلک پن ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان وَاِنَّآ اَوْ اِیَّاکُمْ لَعَلٰی هُدًى اَوْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (السبا:24) تو رکوب و اعتلاء کو اہتداد کے لیے بطور استعارہ لیا گیا اور سفل اور انہماک کو اضلال کے لیے استعارہ لیا گیا کیونکہ مہتدی گویا کہ بلند مقام پر ہوتا ہے اور اپنے ارد گرد کو دیکھتا ہے اور گمراہ گویا کہ اندھیرے اور غار میں چھپا ہوتا ہے۔

تقسیم سادس:

چھٹی تقسیم یہ ارکان کے محسوس و معقول ہونے کے اعتبار سے ہے:

- ایک قسم وہ ہے جس میں دونوں طرفین اور طرفین میں شے مشترک جامع محسوس ہوں جیسے وَتَرَکْنَا بَعْضَهُمْ یَوْمَئِذٍ یَّمُوْجُ فِیْ بَعْضٍ (الکہف:99) تو پانی کی حرکت کو ان کی حرکت کے لیے بطور استعارہ لیا اور جامع وہ اضطراب ہے۔
- ایک قسم وہ ہے جس میں طرفین محسوسات سے ہوں اور جامع معقول ہو جیسے اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ (الذٰریٰت:41) تو بانجھ عورت کو پچھوائی ہوا کے لیے استعارہ لیا گیا۔ اور جامع وہ عدم فائدہ ہے۔
- ایک قسم وہ ہے جس میں طرفین و جامع دونوں معقول ہوں جیسے مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا (یٰسٓ:52) تو موت کے لیے نیند کو استعارہ لیا گیا اور جامع عدم قدرت ہے۔
- ایک قسم وہ ہے جس میں محسوس کو معقول کے لیے استعارہ لیا گیا ہو اور جامع عقلی ہو جیسے اندھیرے اور نور کو کفر و ایمان کے لیے استعارہ لینا اور جامع وہ ضلال و اہتداء ہیں۔
- ایک قسم اس کا عکس ہے جیسے طَغَا الْمَآءُ (الحاقۃ:11) تو تکبر کو کثرتِ ماء کے لیے استعارہ لیا گیا اور جامع وہ بلندی اعتلاء ہے۔

## تقسیم سابع:

### استعارہ اصلیہ:

وہ ہے جس کی طرفِ مستعار اسم جنس ہو جیسے اسد کو شجاع کے لیے استعارہ لینا، اندھیرے کو کفر کے لیے، نور کو ایمان کے لیے۔

### استعارہ تبعیہ:

جو اس کے خلاف ہو جیسے حروف، فعل، شبہ فعل یعنی اسم فاعل، مفعول، صفت مشبہ، ظرف وغیرہ کو استعارہ لینا تو مقصود حرف میں اس کے معنی کے متعلق کی تشبیہ ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان **فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا** (القصص:8) تو التقاط کے بعد غم اور دشمنی مرتب ہوئے اس کو علت غائیہ کے معلول پر ترتب سے تشبیہ دی تو ثانی کا صیغہ لام علت کو اول میں استعمال کیا۔

اسی طرح فعل اور شبہ فعل میں مقصود معنیٔ مصدر کو معنی فعل یا شبہ فعل کے ساتھ تشبیہ ہو گی جیسے **أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ** (البقرۃ:16) تو کفار کے ہدایت کے بدلہ گمراہی کو اختیار کرنے کو ثمن کے بدلے سامان خریدنے سے تشبیہ دی۔

## تقسیم ثامن:

### تمثیلیہ:

وہ ہے جس میں جامع متعدد امور سے حاصل ہو جیسے کہ تیرا قول متردد کو "تقدم رجلاً و تؤخر اُخریٰ" (تو ایک پاؤں آگے رکھتا ہے دوسرا پیچھے)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان **خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ** (البقرۃ:8) تو حواس پر مہر لگے ہوئے کی حالت کو اس مفید شے کے لیے بطور استعارہ لیا گیا جس میں کوئی مانع نفع ہو اور اس کو عارض ہو اور جامع وہ کسی شے سے عدم انتفاع ہے۔

### غیر تمثیلیہ:

جس میں جامع بسیط ہو جیسے فَجَعَلْنٰهَا حَصِیْدًا (یونس:24) تو اس میں جامع وہ ہلاکت ہے۔

## مناظرۂ تفتازانی وسید جرجانی

پھر تمثیلیہ کی دونوں طرفوں کے مرکب ہونے کے وجوب میں اختلاف یہ مبنی ہے اس خلاف پر جو تشبیہ تمثیلیہ میں گزرا اور اسی مسئلہ میں علامہ تفتازانی اور سید جرجانی کے مابین سلطان تیمور الترک کے دربار میں مناظرہ ہوا تو سعد الملۃ علامہ تفتازانی نے کہا آیت کریمہ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۥ (البقرۃ:5) میں استعارہ تبعیہ تمثیلیہ ہے۔

تبعیہ تو اس وجہ سے کہ یہ اولاً معنٰی حرف کے متعلق استعلاء میں جاری ہے اور تمثیلیہ اس وجہ سے کہ تشبیہ کی دونوں طرفوں میں سے ہر ایک کی ایسی حالت ہے جو متعدد امور سے حاصل ہے، کیونکہ متقین کے علی سبیل الاستواء متصف بالھدایۃ ہونے کو تشبیہ دی ہے اس شخص کے حال کے ساتھ جو کسی شے پر بلند ہو اور اس پر سوار ہو۔

تو سید شریف جرجانی نے کہا تشبیہ کے دونوں طرفوں کا متعدد امور سے حاصل ہونا اس تشبیہ کے ترکُب کو لازم ہے اور استعلاء معنی مفرد ہے تو اس کی طرفوں کا کیا حال ہو گا؟ (یعنی وہ بھی مفرد ہی ہوں گی)

تو علامہ نے جواب دیا معنی کا مفرد ہونا یہ طرفین کے ترکب کو مستلزم نہیں بلکہ ان دونوں کے ماخذ میں ترکب کو مستلزم ہے، کیونکہ تمثیل کی بناء ایک حالت کو دوسری سے تشبیہ دینے پر ہے بلکہ ایک صورت کے وصف کو دوسری صورت کے ساتھ تشبیہ دینے پر تو دونوں طرفیں بسیط ہوں گی۔ تو بعض علماء معتزلہ کو حکم بنایا گیا تو سید شریف کی تصدیق کی گئی تو سلطان نے دربار میں ان کا مرتبہ بلند کر دیا اور علامہ کا مرتبہ کم کر دیا۔

پھر جب تمثیلیہ کا استعمال عام ہو گیا اس کا نام مثل رکھا گیا۔ اور بعض علماء نے امثلۃ العرب میں مستقلاً تالیف لکھیں۔

# الفصل الثالث فی الکنایة

## کنایۃ کی تعریف:

وہ لفظ کو معنی موضوع لہ میں استعمال کرنا ہے تاکہ ذہن اس کے لازم کی طرف منتقل ہو جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ کنایہ یہ لفظ سے لازم کو مراد لینا موضوع لہ کے مراد ہونے کے ساتھ نہ کہ مجاز کو موضوع لہ میں استعمال کرنا اور یہ جائز نہیں ہے۔

## کنایہ کی اقسام

اس کی تین اقسام ہیں:

1)ذاتیہ:

وہ ہے جس میں شے کی ذات کو اس کے ایک وصف کے ساتھ تعبیر کیا جائے جیسے فاتح خیبر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے یا کئی صفات کے ساتھ تعبیر کیا جائے جیسے صاحب الجود و الحیاء و الھجرتین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے۔

2)وصفیہ:

وہ صفت کو صفت سے تعبیر کرنا ہے:

- یا تو بلاواسطہ جیسے طویل النجاد کہنا لمبے قد والے کے لیے اور اس کو کنایہ قریبیہ بھی کہتے ہیں۔
- یا ایک واسطہ یا کئی وسائط کے ساتھ جیسے کثیر مہمان نواز کے لیے کثیر الرماد کہنا کیونکہ کثیر الرماد یہ آگ کی کثرت پر دال ہے اور وہ زیادہ کھانوں پر اور وہ مطلوب پر دال ہے اور اس کو کنایہ خفیہ بھی کہتے ہیں۔

3)نسبتیہ:

وہ نسبت کو دوسری نسبت سے تعبیر کرنا ہے جیسے المجد فی خیامھم اور لا بخل فی دیارھم علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کنایہ صریح سے زیادہ بلیغ ہے اس کے چند

فوائد یہ ہیں:۔

1) قبیح کے ذکر سے بچنا کیونکہ یہ کلام کو قبیح بنا دیتا ہے اگرچہ بطور حکایت ہو اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جماع کو ملامست، مباشرۃ، افضاء اور رفث سے کنایہ کیا ہے۔

2) تفاؤل جیسے جس کو سانپ نے ڈس لیا ہو اسے سلیم کہنا اور بادیہ نشین کے لیے مفازۃ (کامیابی) اور بد شگونی مکنی عنہ سے جیسے اعور (کانا) غراب کے لیے، اس کے ایذاء دینے کی وجہ سے اس پر غصہ کرتے ہوئے حالانکہ وہ تیز نظر والا ہوتا ہے۔

3) انجام کا بیان جیسے حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ﴿۴﴾ (اللھب:4) ابو لہب کی بیوی کو قرآن نے کہا تو یہ اس کے انجام کی طرف اشارہ ہے۔

4) معمہ بنا دینا جیسے ایسا درخت جس کے پتے نہ گرتے ہوں اس کو کنایہ لینا کھجور کے درخت کے لیے

5) مدح جیسے وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (النساء:95) یعنی الجنۃ

6) ذم جیسے اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا ﴿۱۲﴾ (الشمس:12) یعنی قذار بن سلف

7) ستر جیسے اِذْ هَمَّتْ طَّآىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا (آل عمران:122)

## الفصل الرابع فی التعریض

یہ کنایہ کی قسم ہے یا اس کی قسیم ہے اس میں بلغاء کا اختلاف ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ وہ کلام جس کو اس کے لیے چلایا گیا ہو جو مذکور نہیں ہے جیسے محتاج کا قول جئت لِأُسلم علیك (میں تجھے سلام کرنے آیا) اور مراد اس کی سوال ہے جو مذکور نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ (یٰس:22) اس کو چلایا گیا ان کفار کی ملامت کے لیے اور جو مذکور نہیں ہیں۔

# الباب الثالث

# الباب فی علم البدیع

ان امور کا علم جن سے کلام بلیغ کا حسن زائد ہو جاتا ہے اور وہ امور لفظیہ اور معنویہ ہیں جو دو فصول میں مذکور ہیں:

## الفصل الاول فی المعنو یہ

1. استخدام الضمیر:

وہ یہ ہے کہ لفظ سے اس کا ایک معنی مراد لیا جائے پھر اس کی ضمیر سے دوسرا معنی مراد لیا جائے جیسے طلعت الشمس فوقعت علی الجدار یعنی وقع الضوء اور اللہ تعالیٰ کا فرمان **اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ** (النحل:1) تو اس آیت میں امر اللہ سے مراد سرکار ﷺ کی ذات گرامی ہے جیسے کہ عبد اللہ ابن عباس سے سند کے ساتھ روایت کیا گیا۔ اور **فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ** میں ضمیر منصوب سے مراد قیامت ہے۔

2. استخدام المعنی:

وہ یہ ہے کہ ایسا لفظ ذکر کیا جائے جو دو ایسے معنوں کا احتمال رکھے کہ ان دونوں کا قرینہ بھی پایا جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان **لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنۡتُمۡ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعۡلَمُوۡا مَا تَقُوۡلُوۡنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیۡ سَبِیۡلٍ** (النساء:43) تو اس آیت میں الصلوۃ دو معنوں فعل نماز، مسجد کا احتمال رکھتا ہے اور **حَتّٰی تَعۡلَمُوۡا** یہ اول کی تائید کرتا ہے اور **اِلَّا عَابِرِیۡ سَبِیۡلٍ** یہ قرینہ ہے جو ثانی کی تائید کرتا ہے۔

3. حسنِ تشبیہ:

اس میں سے ایک تشبیہ تفضیل ہے، جیسے ہمارا قول ھی کالبدر کہ وہ چودھویں کے چاند کی طرح ہے مگر اس میں کوئی داغ نہیں (محاق یہ چاند کے چہرے میں داغ کو کہتے ہیں) اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان **اُولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ہُمۡ اَضَلُّ** (الاعراف:179)

اسی سے تشبیہ مؤکد ہے اداتِ تشبیہ کو حذف کر کے جیسے بَدَت قمراً (وہ چاند کی طرح ظاہر ہوئی) مالت غصناً ففاحت عنبراً (اس نے ٹہنی کو مائل کیا تو عنبر کو مہکا دیا) وَرَنَت غزالاً (وہ ہرنی کے رونے کی طرح روئی) اسی سے تشبیہ الکنایۃ بھی ہے جیسے ابو عبادہ کا شعر ہے:

فامطرت لؤلؤا من نرجس و سقت

وردا و عضت علی العناب بالبرد

ترجمہ: تو اس نے موتی برسائے نرگس سے اور گلاب کو سیراب کیا اور انگور پر اولوں سے کاٹا۔

اسی حسن تشبیہ سے تشبیہ الشك ہے۔ جیسے

هل لامع برق لاح من اضم

ام تبسمت هند لامع الشنب

ترجمہ: کیا اضم پہاڑ سے ظاہر ہو کر بجلی چمکی یا ہند مسکرائی جس نے چمکدار دانتوں کو روشن کر دیا۔

اسی سے قلب التشبیہ ہے۔ جیسے

يا من حكى شمر القنا فى قتلها

و حكته فى اعطافه سمر القنا

ترجمہ: اے وہ شخص جس نے اس کے قتل کے بارے میں سرخ گفتگو حکایت کی حالانکہ اس نے تو اپنی کرم نوازیوں کے بارے میں سرخ گفتگو کو حکایت کیا۔

4. ادماج:

مطلوب کو دوسرے مطلوب میں چھپا دینا جیسے

يا شعرها لا تغبطنَّ فغير

من السمك الاقدام قلبى تخفق

ترجمہ: اے محبوبہ کے بالو! تم ہرگز رشک نہ کرنا کیونکہ تمہاری بلندی کے سبب میرے دھڑکتے دل نے ان پر پیش قدمی کرنے سے غیرت کی۔

شاعر نے غیرت کے ذکر میں اسکے لمبے بالوں کی تعریف کو چھپادیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ (القصص:70) تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مختص بالحمد ہونے کے ضمن میں بعث بعد الموت کی حقیقت کو چھپادیا۔

5.الارصاد:

وہ یہ ہے کسی فقرہ یا شعر میں وہ ہو جو ان کے آخر پر دلالت کرے جبکہ رَوِی [1] کو وہ جان لے جیسے فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا (النوح:10)

شاعر کا قول:

رق الرجاج و رقت الخمر
فتشابها و تشاكل الامر
فكانما خمر لا قدح
و كانما قدح لا خمر

ترجمہ: بوتل نازک ہے اور شراب پتلی تو باہم مشابہ ہوگے اور معاملہ مشکل ہوگیا۔ گویا کہ شراب ہے پیالہ نہیں اور گویا کہ پیالہ ہے شراب نہیں۔

6.الاطراد:

وہ آباء واجداد کا بالترتیب ذکر کرنا ہے جیسے کہ علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنھم اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ (یوسف:38)

اور میرے نزدیک (مصنف علام) یہ صنف صرف شعر میں ہی عمدہ ہے کیونکہ لگاتار اسماء کو نظم کرنا دشوار امر ہے۔

---

1:الروی هو الطرف الذی یبنی علیه او اخر الابیات او الفقر.

7.اقتدار:

وہ ایک معنی کو متغائر عبارات میں ذکر کرنا ہے جیسے کہ قرآن کریم کے قصص۔

8.الانسجام[1]:

وہ یہ ہے کہ کلام سلیس اور عمدہ ہو گویا کہ مسلسل بہنے والا پانی ہے جیسے قرآن کریم اور کبھی بغیر قصد کے بھی مرتب نثر ہم وزن آجاتی ہے (جیسے کلام منظوم ہوتا ہے) اور کلام الٰہی میں سے بعض وہ ہے:

- جو بحر متقارب کے مشابہ ہے جیسے وَاُمْلِیْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ (الاعراف:183)
- اور بعض بحر رمل کے مشابہ ہے جیسے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ (آل عمران:92)
- اور بعض بحر طویل کے جیسے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ ۙ (الکھف:29)
- اور بعض خفیف کے جیسے لَا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ حَدِیْثًا (النساء:78)
- اور بعض بحر کامل کے جیسے وَ اللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (البقرۃ:213)

9.الائتلاف:

وہ لفظ اور معنی کا باہم موافق ہونا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان فَكُبْكِبُوْا فِیْهَا (الشعراء: 94) تو یہ "کبوا" سے بلیغ ہے کیونکہ یہ شدت اور سختی پر دلالت کرتا ہے۔

10.مشاکلۃ:

اور وہ کسی شے کو ایسے لفظ سے تعبیر کرنا ہے جو اس کے صاحب کا ہو جیسے وَ سَآءَتْ مُرْتَفَقًا (الکھف:29) وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ ؕ (آل عمران:54)

1: کلام کا مرتب ہونا، یکسانیت، ملتا جلتا ہونا۔

11.الرجوع:

کلام سابق کو توڑ دینا جیسے کہ شاعر کا قول:

هو الظبی لا بل صائد الظبی لحظه

و یا ما اصید الصید فی شرك الهذب

ترجمہ: وہ ہرن ہے نہیں بلکہ ہرن کا شکاری ہے جو اسے کن انکھیوں سے دیکھتا ہے اے وہ شخص جو پلّو کے تسمے میں شکار کو شکار کرتا ہے۔

12.اللف و النشر مرتب:

- لف و نشر مرتب ہو گا جیسے وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ (القصص:73)
- یالف و نشر مشوش ہو گا اس طرح کہ التباس ہو جائے جیسے هو شمس و اسد و بحر جوداً و بهاءً و شجاعةً اور اللہ تعالیٰ کا فرمان حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ (البقرۃ:214) تو مؤمنین نے سوال کیا اور رسول نے بشارت دی۔
- اور کبھی لَف مجمل ہوتا ہے جیسے وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ (البقرۃ:111)

قرینہ یہ ہے کہ ان دونوں فریقوں میں سے ہر ایک دوسرے کو گمراہ قرار دیتا ہے۔

13.تکمین:

وہ متکلم کا اپنے مطلوب کو غیر کی حکایات میں تعریضاً یا تمثیلاً پوشیدہ کرنا اور یہ صفت عشاق کے ساتھ خاص ہے ان میں سے بعض کے یہ اشعار ہیں:

ابكی الی الشرق ان كانت منازلها

الی المغارب خوف القیل و القال

اقول بالخدخال حين اذكرها
خوف الرقيب و ما بالخد من خال

ترجمہ: میں مشرق کی طرف قیل و قال کے خوف سے روتا ہوں اگرچہ محبوبہ کے مکانات جانب مغرب ہیں اور میں محافظ کے خوف سے کہتا ہوں رخسار پر داغ ہے جب اسے یاد کروں حالانکہ رخسار پر کوئی داغ نہیں۔

اور حقیقی صوفیاء کو اس صنعت میں کامل دسترس ہے شیخ عفیف تلمسانی اور حافظ شیرازی کے دیوان میں اس صنعت میں غایت درجہ بلند ہیں۔

دیوان شیخ عفیف سے یہ شعر ہیں:

توھمت قدما ان ليلى تبرقعت
و ان حجابا دونها يمنع اللثما
فلا و الله ما كان حجيبها
سوى ان طرفى كان عنها اعمىٰ

ترجمہ: میرے قدموں نے گمان کیا کہ میری رات نے نقاب اوڑھ لیا ہے اور پردہ اس کے آگے بوسے سے مانع ہے پس وہ ظاہر ہوئی اللہ کی قسم کوئی آڑ پردہ نہ تھا سوائے اس کے کہ میری آنکھ اس سے اندھی تھی۔

14. قول بالموجب:

وہ خصم کے کلام مرادی کا رد کرنا ہے جیسے وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ (التوبۃ: 61)

اسی طرح يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (المنٰفقون: 8)

15. تعلیق بالمحال:

جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان وَ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ

الْخِيَاطِ (الاعراف:40)

16. تجرید:

وہ کسی شے کی ایسی نظیر کا گمان کرنا ہے جو اس شے سے حاصل ہو اور اس کا اکثر استعمال باء یا من یا فی کے ساتھ ہوتا ہے۔ جیسے کہ شاعر کا قول:

نویت حبیبا ربح السکر عطفه

فما یعص ما واهبت مثل الربا

یجرد عب اجفانه السود بیضا

اراق دم العشاق قطرا و ما نبا

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ (حم السجدۃ:28) یعنی جھنم (اور جھنم دار الخلد ہے مگر اس سے ایک اور دار الخلد کو علیحدہ کیا اور اس کو جہنم میں کفار کے لیے تیار کیا اس جہنم کی ہولناکی اور اسکی شدت میں مبالغہ کرتے ہوئے)

اسی تجرید سے انسان کا اپنے آپ کو خطاب کرنا ہے۔

17. تفرید:

وہ یکتا بے مثال موتی جیسا لفظ لانا جس کا ہم مرتبہ مماثل نہ پایا جائے جیسے اللہ تعالیٰ کے فرمان الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ (یوسف:51) میں حصحص اور اللہ تعالیٰ کا فرمان فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا (یوسف:80) اور اللہ تعالیٰ کا فرمان فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ۝ (الصّٰفّٰت:177)

یہ راز اہل ذوق پر ظاہر ہوتا ہے اس طرح کہ ان پر اس کلمہ کا قائم مقام پانا دشوار ہوتا ہے۔

18. الاستدراك:

جدت کے طور پر کلام کو اسکی ضد کے ساتھ شروع کرنا براعة استهلال کے عکس پر جیسے

لا تقل بشری و لکن بشریان

غرة الداعی و یوم المهرجان

ترجمہ: تو ایک خوشخبری نہ کہہ بلکہ دو خوشخبریاں ہیں بلانے والے کا ظاہر ہونا اور مہر گان کا دن۔

19.التوجیه:

وہ کلام کا دو متضاد معنوں کا احتمال رکھنا ہے یعنی مدح وذم، دعا وبد دعا جیسے کہ کانے درزی کے بارے میں شاعر کا قول:

خاط لی عمرو قباء

لیت عینیه سواء

قلت شعرا لیس یدری

ا مدیح ام هجاء

ترجمہ: عمرو نے میرے لیے قباء کو سیا اے کاش اس کی آنکھیں بے نور ہوتیں میں نے شعر کہا حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ یہ مدح ہے یا ہجو۔

20.التجاهل:

اللہ امام سکاکی پر رحم فرمائے کیونکہ انہوں نے اس کا نام "سوق المعلوم مساق غیر المعلوم" (معلوم کو غیر معلوم کی جگہ جاری کرنا) رکھا کیونکہ یہ علیم و حکیم رب جل شانہ کے کلام میں واقع ہے اس کی رعایت کرتے ہوئے۔ جیسے **کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ** (البقرة:28) **وَمَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰی** (طہٰ:17)

اسی صنعت سے غیر عاقل کو خطاب کرنا بھی ہے۔ جیسے کہ شاعر کا قول:

نسیم الصبا اذکرتنی العهد بالوادی

و هیجت اشواقاً شققن فؤادی

ترجمہ: مشرق سے آنے والی نرم ہوا تو نے مجھے وادی میں گزرا زمانہ یاد دلا دیا اور ان

شوقوں کو بھڑکا دیا جنہوں نے میرے دل کو پارہ پارہ کر دیا۔

اسی طرح شاعر کا قول:

یا برق نجد هل حکیت فؤادی

فی ذا التلهب و الخفوق البادی

ترجمہ: اے نجد کی بجلی کی کڑک کیا تو شعلہ زن ہونے اور ظاہر دھڑکن میں میرے دل کی نقل اتارتی ہے؟

21. عکس:

اور اس کو تبدیل بھی کہتے ہیں۔ جیسے يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ (آل عمران:19)

اسی طرح مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ (الانعام:52) کلام الملوک ملوک الکلام۔

22. تعدیل:

وہ الفاظ کو ایک ہی طریقہ پر وارد کرنے کو کہتے ہیں برابر ہے کہ وہ الفاظ مفرد ہوں جیسے التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ (التوبۃ:112)

یا جملہ ہوں جیسے شاعر کا قول:

القِسمُ مرتبع و الشجو مرتکم

و الدمع منجم و القلب محترق

ترجمہ: بارش موسم بہار لانے والی ہے اور غم اکٹھے ہیں اور آنسو مسلسل بہہ رہے ہیں اور دل جل رہا ہے۔

23. التضاد:

اس کو الطباق اور مطابقۃ بھی کہتے ہیں اور یہ دو متقابلین کو جمع کرنا ہے۔ جیسے

- وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ ۝ وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا ۝ (النجم:43-44)

- فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا (التوبۃ:82)
- رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (الشعراء:28)
- خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ (الانعام:1)

24.التدبیج:

یہ تضاد کی ایک نوع ہے جو رنگوں کے ساتھ خاص ہے جیسے کہ سرکار ﷺ کا فرمان المبعوث الیٰ الاسود و الاحمر و الابیض و الاصغر۔

اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُوْدٌ ۝ (الفاطر:28)

25.ایہام التضاد:

یہ تضاد کی ایک لطیف نوع ہے۔ یہ دو غیر متقابل معنی کو دو لفظوں سے تعبیر کرنا ہے جیسے کہ تیرا قول ضحك الروض الوسيم اذا بكت فيه الغيوم (خوبصورت باغ کھل اٹھا جب اس میں بادل روئے)۔

26.الاقتصاص:

یہ کلام کا کسی دوسرے کلام سے تراشا ہوا ہونا ہے اور اس کی تفسیر کرنے والا ہونا ہے میرے نزدیک (مصنف علام) یہ ایجاز کی ایک نوع ہے۔ جیسے وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۝ (الصّٰفّٰت:57) یہ تراشا گیا ہے اس دوسرے کلام سے فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ۝ (الروم:16)

اسی طرح يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝ (الغافر:51) یہ چار آیات کا نچوڑ ہے جیسے:

1. پہلی آیت وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ۝ (قٓ:21)
(یعنی دو فرشتے)

2. دوسری آیت فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ (النساء:41)
(یعنی ان کے مابین سے

3. تیسری آیت لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (البقرۃ:143) (یعنی سرکار ﷺ کی امت)

4. چوتھی آیت يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ (النور:24)

اس سے یہ بات بھی پتہ چلی کہ قرآن کا بعض بعض کی تفسیر کرتا ہے۔

27. (معانی مدح وغیر مدح کو ہم وزن جملوں میں ڈھالنا)

اور وہ معانی مدح وغیر مدح کو ہم وزن جملوں میں ڈھالنا ہے جیسے

- يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ (الحج:61)
- يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ (یونس:31)

28. جمع النظائر[1]

اس کو مراعاۃ النظیر، تناسب اور ایتلاف بھی کہتے ہیں، جیسے

اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ (الرعد:2)

اور گھوڑوں کے بارے میں کہے گئے اشعار کم ہی اس سے خالی ہوتے ہیں۔

29. ایھام التناسب:

یہ صنعت مراعاۃ النظیر سے بھی زیادہ لطیف ہے اور یہ ایسے الفاظ کو وارد کرنا ہے جن کے معانی متناسب ہوں لیکن وہ معانی متناسبہ مقصود نہ ہوں جیسے الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۝ (الرحمن:6)

تو اس آیت میں نجم سے مراد درخت ہیں ستارے نہیں۔[2]

---

1: جمع امر و ما یناسبہ لا بالتضاد ۱۲.

2: تفتازانی نے کہا کہ نجم سے مراد وہ نبات ہیں جو زمین میں ظاہر ہوتی ہیں اور اس کا تنا نہیں ہوتا جیسے سبزیاں وغیرہ تو وہ نبات اور درخت اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہیں جس کیلئے

30. افتنان:

یہ دو مختلف فنون کو جمع کرنا ہے جیسے

- مبارک بادی اور تعزیت مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ﴿۷۲﴾ (المریم:72)
- فناء و بقاء کو جمع کرنا ہے جیسے كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ (الرحمن:26)
- اسی طرح سلب و ایجاب کو جمع کرنا ہے جیسے لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ (الانبیاء:23)

31. توریہ:

یہ اور استخدام علم بدیع کی اقسام میں سب سے زیادہ لطیف ہیں۔ زمخشری نے کہا توریہ سے زیادہ مددگار کوئی باب نہ دیکھے گا جو متشابہات کی تاویل کرے۔

توریہ کی تعریف یہ ہے کہ سامع کو جگانے کے لیے لفظ کا معنی بعید مراد لیا جائے تو گویا کہ معنی قریب کو چھپا دیا جائے۔

(اس کی دو اقسام ہیں مجردہ اور مرشحہ)

توریہ مجردہ

اگر دونوں معنی میں سے کسی کے مناسبات میں سے کچھ ذکر نہ کیا جائے تو یہ توریہ مجردہ ہے جیسے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴿۵﴾ (طٰہٰ:5) تو مراد یہاں قدرت ہے نہ کہ تمکن جسمی۔

توریہ مرشحہ

اور اگر مناسبات سے کوئی مناسب ذکر کیا جائے تو مرشحہ ہے۔

---

اللہ نے ان کو پیدا کیا تو اس معنی کے اعتبار سے سورج و چاند کے مناسب نہیں لیکن یہ کبھی بمعنی کوکب بھی آتا ہے اور یہ معنی ان دونوں کے مناسب ہے ۱۲ عبدالواحد۔

- اب یا تو دونوں معنوں کا مناسب ہو گا جیسے **اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَّ النَّجْمُ وَ الشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ ۝** (الرحمن:5-6)
- یا پھر موری بہ کا مناسب ہو گا جیسے **وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْىدٍ** (الذٰریٰت:47) مراد قوت ہے نہ کہ ہاتھ اور مناسب وہ بناء ہے (جو معنی قریب کا مناسب ہے)
- یا پھر موری منہ کا مناسب ہو گا جیسے **وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا** (البقرة:143) مراد "عدول" ہیں اور اس کا مناسب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے **لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ** (البقرة:143) اور معنیٰ قریب وہ مشرق و مغرب کا درمیان ہے۔

32.عنوان:

اس کو تلویح اور تلمیح بھی کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ کلام میں مشہور قصص کی طرف اشارہ ہو اور کلام کو ان قصص کے لیے نہ لایا گیا ہو جیسے

سعد سليل عبادة فخرت به
يوم السقيفة جملة الانصار

ترجمہ: عبادہ کے بیٹے سعد جس پر تمام انصار نے سقیفہ کے دن فخر کیا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان: **اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰى ۝ وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤى ۝** (النجم:36-37) اور قرآن کے عجائبات سے ہے کہ اس میں کثیر علوم کی طرف کثیر آیات میں اشارے ہیں جیسے علم ہیئت، جدل وغیرہ۔

33.تاکید المدح بما یشبہ الذم:

اور یہ دو وجہوں پر ہے:

1. مدح کی صفت کو عیب بنا دینا جیسے **وَ مَا تَنْقِمُ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا** (الاعراف:126)

اسی سے شاعر کا قول ہے:

عدول و لكنه جائر

يذبح العِشار لضيفانه

ترجمہ: وہ عادل ہے مگر ظالم وہ اپنے مہمانوں کیلئے حاملہ اونٹنیوں کو ذبح کر دیتا ہے۔

اسی طرح یہ قول لا عیب فیه الا انه جواد یعنی اگر اس میں عیب ہوتا تو جود بھی عیب ہوتا۔ تالی باطل ہے تو مقدم بھی اسی طرح باطل ہے۔

2. مدح کی دو صفتوں کے مابین استثناء کرنا جیسے هو شجاع الا انه کریم۔

اسی طرح یہ حدیث روایت کی گئی: انا افصح العرب بيد انی من قریش[1] (میں عرب میں سب سے زیادہ فصیح ہو علاوہ ازیں کہ میں قریشی ہوں) مگر یہ حدیث ثابت نہیں۔

34. تاکید الذم بما یشبه المدح:

اس کی بھی اسی طرح دو قسمیں ہیں:

1. انه لا خير فيه الا انه بخيل
2. انه جبان الا انه احمق

35. مبالغة:

بعض لوگوں نے اس کو مطلقاً رد کر دیا کیونکہ یہ جھوٹ ہے اور کثیر لوگوں نے اس کو مطلقاً قبول کیا۔

اومیروس جو یونان کا شاعر ہے اس کو اس پر عتاب کیا گیا اور کہا:

احسن الشعراء اکذبه و الصدق عند الانبياء

یعنی سب سے اچھا شاعر وہ ہے جو سب سے زیادہ جھوٹا ہے اور سچائی تو انبیاء کے پاس ہے۔

حق یہ ہے کہ اس کے قبول و رد کا مدار ذوق صحیح پر ہے جیسے کہ نبی کریم ﷺ کی مدح میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

---

1: شرح السنۃ لامام البغوی، جلد ۴، صفحہ ۲۰۲

ما قال لا قط الا فی تشہدہ

لولا اشہد لم تسمع لہ لا

ترجمہ: اس جوادو سخی ذات نے سوائے تشہد کے "لا" نہ فرمایا اور اگر تشہد نہ ہوتا تو توان سے ہرگز "لا" نہ سنتا۔[1]

قرآن کریم میں مبالغہ فقط "کاد" کے ساتھ ہی ہے تاکہ یہ سچائی کے قریب ہو جائے **یَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ** (النور:35) اور **اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا** (طٰہٰ:15) یعنی اکاد عن نفسی جیسے کہ کہا گیا۔

36. تفریع:

تشبیہ کے طریقہ پر حکم کی حکم پر بناء کرنا جیسے زید یجود بالنفس کما یجود بالمال۔

37. تنکیت:

یہ ایک شے کو اس کی امثال کے مابین ذکر کے ساتھ خاص کر دینا ایسے نکتہ کی وجہ سے جو اسے ترجیح دے جیسے **وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى** (النجم:49) تو اس شعریٰ ستارے کو اس لیے خصوصاً ذکر کیا کہ اہل عرب اس کی عبادت کرتے تھے۔ اور وہ شعری الیمانیۃ ہے جس کو عبور کہا جاتا ہے بڑے جسم والا ہے اور ثوابت میں سے ہے۔

38. ترتیب:

وہ کسی شے کے احوال کو انکے وجود کی ترتیب پر ذکر کرنا ہے جیسے

---

1: حسان الھند اعلیٰ حضرت نے اس کو اردو میں یوں ڈھالا ہے:

مانگیں کے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے

سرکار میں نہ "لا" ہے نہ حاجت اگر کی ہے

واہ کیا جود و کرم ہے شاہ بطحاء تیرا

نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

یا لهف زیابة للحارث

الصابح فالغانم فالآیب

ترجمہ: اے لوگو! حارث کی وجہ سے ابن زیابہ کے افسوس کرنے کو دیکھو کہ حارث صبح کو آیا غنیمت لی اور پھر لوٹ گیا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا (الغافر:68)

39.ذکر اقسام الشی مستوفات

جیسے يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُورَ ۝ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَقِيمًا (الشعراء:49-50) تو یہ تمام نکاح کرنے والوں کی اقسام ہیں اور پانچویں قسم کوئی نہیں۔

اور اسی صنعت سے اللہ کا یہ فرمان بنایا گیا: وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّن مَّاءٍ فَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ بَطْنِهِ وَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ رِجْلَيْنِ وَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ أَرْبَعٍ (النور:45)

اس آیت پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ایک قسم وہ حشرات الارض ہیں جس کی چار سے زائد ٹانگیں ہیں جیسے 44 تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ چلنے میں ان کا اعتماد 4 پر ہی ہوتا ہے۔

40.الجمع بین الشیئین و اشیاء فی حکم واحد

جیسے الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۝ (الرحمن:5-6)

اسی سے شاعر کا یہ قول ہے:

صدغ الحبیب و حالی

کلاهما کا للیالی

ترجمہ: محبوب کی کنپٹی کے بال اور میرا حال دونوں راتوں کی طرح ہیں

41.تفریق:

دو متشابہ اشیاء کے مابین فرق کرنا جیسے شاعر کا قول:

و کل ذی ملك الیك مصیره
کانك بحر و الملوك جداول
اذا مطرت منك و منهم سحائب
هو ابلهم طل و طلك و ابل

ترجمہ: ہر سلطنت والے کا تیری طرف ہی پھرنا ہے گویا کہ تو سمندر ہے اور بادشاہ نہریں ہیں جب تجھ سے اور ان سے سخاوت کے بادل برستے ہیں تو ان کی موسلا دھار بارش بھی شبنم ہے اور تیری شبنم بھی موسلا دھار بارش ہے۔

42.الجمع مع التفریق:

وہ دو اشیاء کو ایک حکم میں مختلف جہتوں سے جمع کرنا ہے جیسے

فقلبی کالنار فی حرها
و وجهك کالنار فی ضوئها

ترجمہ: میرا دل گرمی میں آگ کی طرح ہے اور اس کا چہرہ روشنی میں آگ کی طرح ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اللہ کا یہ فرمان بھی اسی صنعت سے ہے: اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ (الزمر:42)

43.جمع مع التقسیم:

وہ کسی شے کا اجمال پھر تفصیل کرنا ہے جیسے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ (فاطر:32)

44. جمع مع التفریق و التقسیم:

جیسے يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ (ھود:105)

توان آیات میں جمع تو یہ ہے لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ کیونکہ نکرہ تحت النفی واقع ہو کر عام ہے اور تفریق وہ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ سے ہے اور تقسیم وَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ (ھود:108) فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ (ھود:106) میں ہے۔

45. مذہب کلامی:

علماء کلام کے طریقہ پر مدعیٰ پر دلیل یقینی کو وارد کرنا مذہب کلامی کہلاتا ہے جیسے

- لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (الانبیاء:22)
- اور كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ (الاعراف:29)
- اور قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ (یٰس:79)

46. حسن المراجعة:

ابن ابی الاصبع نے کہا وہ کسی بات کو سب سے مختصر اور میٹھے عمدہ الفاظ سے حکایت کرنا ہے۔ جیسے

قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ (البقرۃ:124) اور میرے (مصنف علام) نزدیک یہ ایجاز سے ہے بدیع سے نہیں۔

47. النزاھة:

وہ مذمت کو فواحش سے پاک رکھنا ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ سب سے عمدہ ہجو وہ ہے جس کے پڑھنے کو باکرہ لڑکیاں قبیح نہ جانیں۔ جیسے کہ قرآن کا کفار کی ہجو کرنا۔

48. حسن التعلیل:

اور یہ کسی امر لطیف ادعائی کے ساتھ ہوتی ہے۔ جیسے

تیرا قول اطرق النرجس حیاء من عینها (نرگس نے اس کی آنکھ سے حیاء کرتے ہوئے گردن جھکالی)۔

# الفصل الثانی فی اللفظیة

1. التجنیس:

اس کو جناس بھی کہتے ہیں اور وہ دو کلموں کا تلفظ میں مشابہ ہونا ہے۔

1. اگر ان دونوں میں کچھ بھی فرق نہ ہو تو یہ جناس تام ہے جیسے

- الاکتحال بمیل العین منور للعین (سونے کی سلائی سے سرمہ لگانا آنکھ کو روشن کرتا ہے)
- اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ (الروم:55)

2. اگر دونوں کلمے حرکات میں مختلف ہوں تو جناسِ محرف ہے جیسے

- زِلة العالَم زَلة العالِم (عالم دین کا پھسلنا پورے عالم کا پھسلنا ہے)
- اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُنْذِرِينَ ۝ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ۝ (الصّٰفّٰت:73)

3. اگر تعداد حروف میں مختلف ہوں تو جناس ناقص و مختلف ہے جیسے

- المال نصف الجمال (مال آدھا حسن ہے)
- اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ إِلَى رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ۝ (القیٰمۃ:30)

4. اور اگر دونوں لفظ نقطوں میں مختلف ہوں تو جناس مصحف ہے جیسے

- اللہ تعالیٰ کا فرمان وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝ (الکھف:104)

5. اگر دو متقارب المخرج حروف کے ساتھ مختلف ہوں تو جناس مضارع جیسے

- جری النهر یوم النحر (عید کے دن نھر جاری ہوگئی)

○ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان وَ هُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ يَنْئَوْنَ عَنْهُ (الانعام:26)

6. اگر دو بعید المخرج حروف میں مختلف ہوں تو جناس لاحق جیسے

○ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ (ھمزۃ:1)

7. اگر حروف کی ترتیب میں مختلف ہوں تو جناس مقلوب ہے جیسے

○ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (طٰہٰ:94)

8. اگر ان دو کلموں کو اشتقاق نے جمع کیا ہو تو جناس اشتقاق ہے جیسے

○ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ (الانعام:79)

9. اسی سے جنس اشتقاق کا ایہام ہے اور یہ جناس اشتقاق سے لطیف ہے جیسے

○ قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ (الشعراء:168)

2.الابدال:

اس کو ابن فارس نے ذکر کیا اور وہ حرف کو حرف سے بدلنا ہے جیسے فَانْفَلَقَ (الشعراء:63) یہ اصل میں فانفرق تھا اور حُبَّ الْخَيْرِ (ص:32) یعنی الخیر اصل میں الخیل تھا تو ان دونوں میں لام اور راء متبدل ہیں۔

میرے (مصنف علام) نزدیک یہ توجیہ درست نہیں کیونکہ اگر ابدال سے مراد ابدال قیاسی ہے تو کلام بہت کم ہی اس سے خالی ہوتا ہے اور اگر شاذ مراد ہے تو یہ کلام فصیح کے منافی ہے۔

3.ردالعجز الیٰ الصدر:

یہ صنعت عجز و صدر کی جناس سے ہے جیسے شاعر کا قول:

سکران سکر ھوی و سکر مُدامۃٍ

انی یضیق فتی به سکران

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ ۖ (الاحزاب:37)

اور اس سے اس صنعت کا ایہام بھی ہے اور یہ اس صنعت سے لطیف ہے جیسے شاعر کا قول:

ذوائب سود کالعناقید ارسلت

فمن اجلها من النفوس ذوائب

ترجمہ: انگور کے گچھے کی طرح اس نے کالے گیسو لٹکائے تو اس کی وجہ سے بعض دل پگھل گئے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان قَالَ إِنِّي لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقَالِينَ ﴿۱۶۸﴾ (الشعراء:168)

4.قلب:

اور وہ یہ ہے کہ کلام حرف اخیر سے اول تک اپنے برعکس کی طرح ہو جائے جیسے

- وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴿۳﴾ (المدثر:3)
- وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ (الانبیاء:33)

5.لزوم ما لا یلزم:

فواصل کے اواخر میں تکرار حروف سے جو لازم نہ ہو اس کو لازم کر لینا جیسے

هاجت الاحزان و اشتدا لجوى

ليتَ شعرى كم اقاسى بالنوى

ترجمہ: غم بھڑک گئے اور سوزش غم بھی بڑھ گئی کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میں دوری (پردیسی) سے کتنے غم برداشت کروں گا۔

- اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فرمان میں فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴿۹﴾ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿۱۰﴾ (الضحیٰ:9-10)
- اور فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ (التکویر:15-16) میں حرف نون۔

6.السجع:

یہ نثر کے لیے ایسے ہی ہے جیسے شعر کے لیے قافیہ ہے اور یہ فنونِ بدیع میں سے سب سے زیادہ قرآن میں واقع ہوئی ہے اس کو فاصلہ بھی کہتے ہیں۔

سجع کی اقسام:

اس کی چند صورتیں ہیں:

I. اگر دونوں کلمے وزن میں مختلف ہوں تو یہ سجع مطرف ہے جیسے
لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝ (القیمة:1-2)

II. اگر دو یا زائد فقروں کے دو کلمات وزن و تقفیة[1] میں موافق ہوں تو سجع ترصیع ہے جیسے

- من ترشق شهر تحمق دهرا (جو کسی کام میں ایک ماہ جلد باز بنے گا وہ ایک سال تک بے وقوف بنے گا)
- اسی طرح اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝ (الانفطار:13-14)

III. اور اگر دو یا زائد فقروں کے کلمات اپنے مقابل دوسرے کی مثل نہ ہوں تو یہ سجع متوازی ہے جیسے

- وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝ (المرسلت:1-2)
- اسی طرح قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝ (الشمس:9-10)

جب بھی فقرے کم ہوں گے حسن اتم ہو گا سب سے احسن تمام فقروں کا برابر ہونا ہے پھر دوسرے کا تھوڑا سا طویل ہونا جیسے
وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ (النجم:1-2)

سجع کی خوبیاں

---

1: التوافق علی الحرف الاخیر ۱۲۔

سجع میں وہ خوبیاں بھی آسکتی ہیں جو قافیہ میں نہیں آسکتیں جیسے

- متقارب المخرج جیسے

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ (الفاتحہ:3-4)

- ایک ہی معنی کا تکرار جیسے

اِنَّهٗ فَكَّرَ وَ قَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝

(المدثر:18-19-20)۔

اور اس سجع کی رعایت کی وجہ سے کثیر قواعد کے خلاف کا ارتکاب بھی کیا جاتا ہے

چند مثالیں یہ ہیں:

I. جس کا حق تاخیر ہو اس کو مقدم کرنا جیسے

- وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (الاخلاص:4)
- فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَ الْاُوْلٰى ۝ (النجم:25)
- بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ۝ (الشعراء:47-48)
- فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ۝ (طٰہ:67)۔

II. یاء کو حذف کرنا جیسے

- يَوْمَ التَّنَادِ ۝ (غافر:32)
- وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝ (الفجر:4)
- فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝ (رعد:32)۔

III. مفعول کا حذف جیسے مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ (الضحیٰ:3)۔

IV. الف کی زیادتی جیسے وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ (الاحزاب:10)۔

7. ذو القافتین[1]:

جیسے کہ حریری کا قول:

1: اس کو توشیح بھی کہتے ہیں اس کی تعریف یہ ہے کہ شعر کی بناء دو قافیوں پر ہو اور ان دونوں میں سے ایک معنی پر وقوف کرنے سے معنی تبدیل نہ ہو ۱۲۔

یا خاطب الدنیا الدنیئة انها
شرك الردی و کدارة الاکدار
دارمتی ما اضحکت من یومها
ابکت غداً بعد اً لها من دار [1]

ترجمہ: اے کمینی دنیا کو طلب کرنے والے وہ ہلاکت کا جال اور گندگیوں کا ڈھیر ہے وہ ایسا گھر ہے کہ جب بھی وہ کسی دن ہنسائے تو دوسرے دن رلائے گا تو اس گھر سے دوری ہو۔

تو یہ دونوں شعر اصل میں بحر کامل کے ہیں۔ اور بحر کامل وہ چھ مرتبہ متفاعلن ہے مگر اس کے بعض ارکان مستفعلن پر مضمر ہیں، اور ضرب یہ مفعولن کی مقطوع ہے، اور اگر تو حرف الروی کو قافیہ بنائے اور یوں ہی چلے اور ان کے مابعد کو حذف کردے تو یہ بحر کامل مربع سے ہو گا۔

اور کہا گیا کہ قرآن پاک میں بھی اس کی مثالیں ہیں جیسے

لِتَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰہَ قَدۡ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عِلۡمًا ﴿۱۲﴾

(الطلاق:12)۔

توان دونوں آیات میں سے ہر ایک فاصلہ بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

8. التشمیر:

وہ مصرعوں کا موافق ہونا ایک ہی قافیہ پر اور ان کے بعد ایک منفرد مصرعہ لانا پھر واپس اسی پہلے قافیہ پر لوٹنا اور یہ معاملہ ایک ہی قافیہ پر مصاریع مردفہ کی موافقت کے ساتھ یوں ہی چلے جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعا:

یا سامع الدعاء یا فاطر السماء یا دائم البقاء یا واسع العطاء لذی الفاقة العدیم یا عالم الغیوب یا غافر الذنوب یا سائر العیوب یا کاشف

1: فی قول الحریری ان وقفت علی الاکدار فهو من الضرب الثانی من الکامل و ان وقفت علی الروی فالبیت من الضرب الثامن من الکامل ۱۲.

الکروب عن المرھق الکظیم

ترجمہ: اے دعا سننے والے آسمان کو بنانے والے دائم البقاء اور مفلس و کنگال کو وسیع عطاء کرنے والے اے غیوب کو جاننے والے اے گناہوں کو بخشنے والے عیبوں کو چھپانے والے رنجیدہ پریشان حال سے غموں کو دور کرنے والے۔

9.الموارۃ:

وہ ایسا کلمہ لانا ہے جس کو تبدیل کر کے معذرت کرنا ممکن ہو جیسے کہ شاعر کا قول:

یا نعمان کذب الاعادی

فو یل ثم و یل للمکذب

(مکذب ذال کے فتحہ و کسرہ کے ساتھ)

ترجمہ: اے نعمان دشمنوں نے جھٹلا دیا تو خرابی ہو پھر جھٹلائے ہوئے کے لیے خرابی ہو۔

کہا گیا اسی صنعت سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

**اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ** (یوسف:81)

تو اس میں ممکن ہے کہ یوں تبدیلی کر دی جائے سُرِّقَ ہو گا کہ انہوں نے ان کی طرف چوری کی نسبت کی۔

# تذییل (ضمیمہ)

# تذییل (ضمیمہ)

متاخرین نے محسنات لفظیہ کے ساتھ مندرجہ ذیل صنائع کو بھی ملحق کیا جو خط کی طرف راجع تھیں۔

1. غیر منقوط

جیسے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

2. حذف

وہ کسی حرف کو چھوڑ دینا ہے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبہ میں الف کو چھوڑ دیا گیا:

حمدت من عظمت منته و سبغت نعمته و سبقت غضبه رحمته

ترجمہ: میں اس ذات کی حمد کرتا ہوں جس کے احسانات بڑے نعمت عام اور اسکی رحمت غضب پر سابق ہے۔

حکایت

کہا گیا کہ بعض بادشاہوں کے منشی راء کو روانی و سلالت سے نہیں پڑھ سکتے تھے تو بعض لوگوں نے ان کو یہ لکھا تا کہ ان کو رسوا کریں کہ

"اَمرَ الأَمیرُ ان یَحفُرَ البِیرَ علی قَارِعِ الطَرِیقِ یَشرَبُ منه الوارِدُ و الصادرُ

(یعنی بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ وسطِ راہ میں کنواں کھودا جائے تا کہ ہر آنے انے والا اس سے پانی پی سکے) تو انہوں نے فوراً پڑھا:

حَکم الحاکمُ ان ینبش القلیبُ علی قاطع السبیل یسقی الذاهب و العائدُ۔

3.تقطیع:

حروف موصولہ کوترک کردیناجیسے

دراً و دراً و دراً و رداً

و ادرك ان زرت دارَ و

4.التوصیل:

تقطیع کاعکس جیسے

(بِتَجنِ یَفتَنَّ غِبُّ تَجَنِ)

فتنتنی فجَنتنی تجنی

5.تربیع:

وہ یہ ہے کہ دواشعار ایسے ہوں کہ اگران کومربع کی شکل میں بنایاجائے تووہ طول وعرض میں ترتیب پاجائیں جیسے

فؤادی سباہ غزال ربیب

سباہ بقد کغصن رطیب

غزال کغصن جناہ عجیب

ربیب رطیب عجیب حبیب

6.الخیفاء:

ایک پوراکلمہ منقوط اور دوسراغیر منقوط لاناجیسے ثبت اللہ جیش سعودِك (اللہ تعالیٰ تیری سعادت مندیوں کے لشکر کوثابت رکھے)

7.ترقیط:

وہ ایک حرف مہمل پھر معجم وارد کرناجیسے کہ شاعر کاقول:

نابہ فاضل ذکی انوف

فحلف متلف اغر فرید

# خاتمہ

اس میں چند فصول ہیں:

## الفصل الاول فی السرقۃ

### سرقہ کی تعریف:

ایسے مضمون عام کو لینا کوئی عیب نہیں جس کو تمام اقوام نے قبول کیا ہو جیسے جواد کو بحر سے تشبیہ دینا اور صبح کو چودھویں کے چاند سے البتہ اس کے سواء جو کلام ہیں۔

سرقہ کی اقسام:

اس کی اقسام ہیں:۔

النسخ و الانتحال:۔

وہ بعینہ تمام یا اکثر الفاظ کو لینا ہے اور یہ جھوٹ اور برا عیب ہے ہاں اگر توارد[1] ہو بغیر قصد کے تو یہ اور بات ہے۔

المسخ و الاغارۃ:۔

نظم کو تبدیل کر کے بعض الفاظ کو لے لینا اور ان میں کوئی مناسبت نہ ہو تو اگر ثانی اول سے بلیغ ہو تو ممدوح ہے اگر ثانی کم درجے کا ہو تو مردود ہے جیسے

یصفر وجھی اذا تاملنی
خوفا و یحمر وجھہ خجلاً
حتی کان الذی بوجنتہ
من دم وجھی الیہ قد نقلا

1: دو شاعروں کا بلا اخذ و سماع کے ہم لفظ و معنٰی شعر کہنا ۱۲۔

ترجمہ:۔ جب اس نے غور سے مجھے دیکھا تو میرا چہرہ خوف سے زرد پڑ گیا اور اس کا چہرہ شرمندگی سے سرخ ہو گیا حتی کہ گویا جو اس کے گال میں خون ہے اس کی طرف میرا چہرہ پھر گیا۔

کسی دوسرے شاعر کا قول:

يصفر وجهي حين انظر وجهه
خوفاً و يدركه الحياء فيخجل
فكانما بخدوده من حمرة
ظلت اليها من دمي تتحولِ

ترجمہ:۔ جب میں نے اس کے چہرہ کو دیکھا تو خوف کی وجہ سے میرا چہرہ زرد پڑ گیا اور حیاء نے اسے پالیا تو وہ شرمندہ ہو گیا تو گویا کہ اس کے گالوں کی سرخی کی طرف میرا خون منتقل ہو گیا۔

تو یہ ثانی کلام راجح ہے اور ممدوح ہے کیونکہ تامل یہ حیاءِ معشوق و استغناء کے مناسب نہیں۔

السلخ و الالمام:۔

وہ فقط معنی کا لینا ہے (الفاظ اپنے ہوں) اس میں برائی کم ہے خصوصاً جب کہ ثانی راجح ہو جیسے شاعر کا قول

لا تنكروا فيض الدموعِ فانها
نِقي يصعد الغرام المُشعَل
هي مهجتي طورا تحمل بالبكا
اسفا و طورا بالزفير تحمل

ترجمہ:۔ تم آنسوؤں کے بہنے پر تعجب نہ کرو کہ وہ آنسو عمدہ حصہ ہیں جو مشتعل عشق پر چڑھتے ہیں۔ وہ میرا خونِ جگر ہے جو کبھی افسوس کی وجہ سے رونے پر ابھارتا ہے اور کبھی لمبی سانس پر۔

کسی دوسرے شاعر کا قول:

لیس الذی یجری من العین ماؤھا

ولکنھا نفس تذوب فتقطر

ترجمہ:۔ آنکھ سے جو بہہ رہا ہے وہ اس کا پانی نہیں بلکہ وہ تو خالص جوہر ہے جو پگھل گیا اور قطرے قطرے گر رہا ہے۔

تو یہ ثانی کلام راجح ہے کیونکہ اس میں ایجاز ہے۔

## الفصل الثانی فی الاقتباس

### اقتباس کی تعریف:۔

قرآن و حدیث میں سے کوئی شے اپنے کلام میں داخل کرنا اور اس کے قرآن و حدیث سے ہونے کی صراحت نہ کرنا جیسے شاعر کا قول:

سل اللہ و من فضلہ و اتقہٖ

فان التقی خیر مما یکتسب

و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا

و یرزقہ من حیث لا یحتسب

ترجمہ:۔ اللہ سے اسکا فضل اور تقویٰ مانگ کیونکہ تقویٰ مکتسب اشیاء میں سب سے بہتر ہے اور جو اللہ سے ڈرے تو اللہ اس کے لیے مخرج بنائے گا اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے اس کا گمان نہ ہو گا۔

اقتباس کے احکام:

آئمہ اسلام اس کے جواز میں مختلف ہیں اور مالکیہ سے اس کی تحریم مشہور ہے تو ان کے قاضی ابو بکر نے کہا شعر میں حرام ہے نہ کہ نثر میں اور مختار یہ ہے کہ مطلقاً جائز ہے جبکہ مراد اس سے ذلت اور لغو و بے ہودگی نہ ہو جیسا کہ اس شعر میں ہے:

اوحی الی عشاقه طرفه

هيهات هيهات لما توعدون

و ردفه بنطق من خلفه

لمثل هذا فليعمل العاملون

ترجمہ:۔ اپنے عشاق کی طرف اس نے یہ حصہ وحی کیا "هيهات هيهات لما توعدون" اور اسکے پیچھے ان عشاق کے بعد والوں کو فرمایا کہ اسی کی مثل پر چاہیے کہ عمل کرنے والے عمل کریں۔

استغفر الله من كتابه (اللہ کی پناہ اس کے لکھنے سے بھی)

## الفصل الثالث فی التضمین

### تضمین کی تعریف:۔

وہ یہ ہے کہ غیر کے شعر کو اپنے اشعار میں داخل کرنا اور اگر وہ مشہور نہ ہو تو اس کی طرف اشارہ بھی کرنا۔

- اشعار کے ساتھ تضمین جیسے کہ نبی کریم ﷺ کی مدح کے بعض قصائد میں ہمارا قول (یعنی مصنف علام کا شعر):

و ما احسن البيت الذى قداتى به

المؤيد بروح القدس فى الشعر

له همم لا منتهی لکبارها
و همته الصغری اجل من الدهر

ترجمہ:۔ کیا عمدہ شعر ہے جس کو وہ لائے جن کی شعر میں تائید روح القدس نے کی کہ ان کے لیے بلند ارادے ہیں جن میں سے بڑے ارادوں کی کوئی انتہاء نہیں اور ان کا چھوٹا ارادہ بھی زمانے سے بہت بڑا ہے۔

- اور اشعار کو ترک کر کے تضمین کی مثال جیسے شاعر کا قول:

ذنبي كبير و عذری فیه متسع
و العذر عند کرام الناس مقبولٌ

ترجمہ:۔ میرا گناہ بڑا ہے اور اسمیں میرا عذر وسعت والا ہے اور عذر کریم لوگوں کے ہاں مقبول ہے۔

مصرعہ ثانی کعب بن زُہیر کا ہے اس قصیدہ سے جس میں انہوں نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں معذرت کی تھی۔

نثر کو نثر میں داخل کرنا یہ عمدہ ولذیذ نہیں ہاں اقتباس میں درست ہے اور قرآن میں ان میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔

بعض نے یہ گمان کیا کہ کچھ آیات ایسی ہیں جن کا نزول پہلے انبیاء علیہم السلام پر ہوا:

- یا تو اشعار کے ساتھ جیسے کہ سورہ اعلیٰ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى ﴿۱۹﴾ (الاعلیٰ:19)
- یا بغیر اشعار کے جیسے کہ سورہ انعام کی اول آیت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ۬ؕ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱﴾ (الانعام:1)

کعب الاحبار نے فرمایا یہ تورات کی ابتداء ہے اس کو ابن الضریس نے تخریج کیا۔[1]

1: تفسیر مظہری، جلد:6، ص:432، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

# الفصل الرابع فی المطلع و التخلص و المقطع

ان تینوں کی لفظاً و معناً تحسین واجب ہے۔

مطلع کی وضاحت:

کیونکہ یہ اول کلام ہے جس کو سامع چکھتا ہے تو اگر یہ قصیدہ کے مضمون پر دلالت کرے تو احسن ہو گا اور اسی کو براعة استھلال کہتے ہیں، جیسے کہ (نابغہ ذبیانی متوفی 607 نے) جدائی کے شکوہ میں کہا

کلینی لِهَمٍّ یا امیمةُ ناصبِ

ولیل اقسیه بطیء الکواکب

ترجمہ:۔ اے امیمہ تو نے مجھے تھکا دینے والے غموں کے لیے اکیلا چھوڑ دیا اور ایسی رات کے لیے چھوڑ دیا جس کے ستارے آہستہ چلتے ہیں تاکہ میں ان کو برداشت کروں۔

اور شاعر کا قول (یہ شعر ابو محمد خازن کا ہے بحر بسیط ہے اور یہ صاحب بن عباد کو اسکی بیٹی کی ولادت کی مبارک باد دے رہا ہے)

بشری فقد انجز الاقبال ما و عدا

و کوکب المجد فی افق العلیٰ صعدا

ترجمہ:۔ خوشخبری ہو آنے والی خوش بختی نے جو وعدہ کیا پورا ہوا اور بزرگی کا ستارہ بلندی کے افق پر چڑھ گیا۔

اور اسی طرح شفایابی کی مبارک باد دیتے ہوئے شاعر کا قول

المجد عوفیٰ اذا عوفیت و الکرم

وزال عنك الیٰ اعدائك الالم

ترجمہ:۔ بزرگی اور کرم کو صحت یابی دی گئی جب وہ دی گئی تو تجھ سے تکلیف تیرے دشمنوں کی طرف چلی گئی۔

حکایت

کہا جاتا ہے کہ ذوالرمۃ نامی شخص نے ارادہ کیا کہ وہ ایسا قصیدہ کہے جو نادر ہو تو اس نے یہ کہا: ما بال عینیك منهما الماء ینسكب (تیری آنکھوں کا کیا معاملہ ہے کہ ان سے پانی گرتا رہتا ہے؟)۔ تو اس کا ممدوح غضب ناک ہوا اور اس نے کہا: اعمی الله عینیك (اللہ تیری آنکھیں اندھی کرے) پھر اس کو نکال دینے کا حکم دیا۔

اور معتصم باللہ نے ایک محل بغداد میں بنایا اور اس میں بیٹھا تو اسحاق الموصلی نے یہ شعر کہا:

یا دار غیرك البلی و محاك
یا لیت شعری ما الذی ابلاك

ترجمہ:۔ اے گھر بوسیدگی اور نشانات نے تجھے متغیر کر دیا اے کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کس نے تجھے بوسیدہ کر دیا؟

تو معتصم باللہ نے اس سے بدشگونی لی اور اس کو منہدم کرنے کا حکم دے دیا۔

## تخلص کی وضاحت:

وہ ایک مقصود سے دوسرے کی طرف انتقال کو کہتے ہیں تو گویا کہ وہ ابتداء ہے اور قدماء کی عادت اس میں اقتضاب ہے یعنی ایسے مقصود کی طرف منتقل ہونا جو سیاق کے مناسب نہ ہو تو وہ عورتوں کے عشقیہ اشعار سے ابتداء کرتے اور دفعۃً جنگوں کے ذکر پر اختتام کرتے اور متاخرین نے ان کی مخالفت کی اور یہ تخلص جو مناسبت کے ساتھ ہو زیادہ عجیب ولطیف ہے جیسے کہ ابن ابی الحدید کا اپنے قصیدہ میں یہ قول جو قصیدہ اس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح میں کہا:

بصدورنا خفق البروق تملا

و حسبوا منها ان لهن حراكٌ

لا شئی اقتل من نوی الاحباب

اوسیف الرضا کلاهما فتّا کَ

الجوهر النبوی لا اعماله

ملق و لا توحیده اشراكٌ

ترجمہ اشعار:۔ ہمارے سینوں پر بھری ہوئی بجلیوں نے حرکت کی اور اس سے انہوں نے گمان کیا کہ اس کے سینوں کے لیے حرکت ہے اور احباب کی دوری یا رضا کی تلوار سے بڑھ کر کوئی شے قاتل نہیں یہ دونوں سفاک قاتل ہیں۔ وہ نبوی جوھر ہے اس کے اعمال خوشامد اور اس کی توحید شرک نہیں۔

مقطع کی وضاحت:

اس کی تحسین اس لیے واجب ہے کہ سامع کے ذوق میں جو باقی ہے یہ اس کا آخر ہوتا ہے اور انتہاء کلام کی جو خبر دیتا ہے اس میں سب سے عمدہ ہے۔ اس کو حسن المقطع [1] بھی کہتے ہیں جیسے کہ شاعر کا قول:

یفنی الکلام و لا یحیط بوصفکم

و کیف یحیط ما یغنی بما لا یُنْفدُ

ترجمہ:۔ کلام ختم ہو گیا اور تمہارے وصف کا احاطہ نہ ہو سکا اور جو فنا ہونے والا ہے وہ اس کا کیسے احاطہ کر سکتا ہے جس تک پہنچا نہ جا سکے۔

---

1: حسان الہند اعلیٰ حضرت کے قصیدہ "سرور کہوں کہ مالک و مولا کہوں تجھے" کا حسن المقطع ملاحظہ ہو:

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا

خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

علماء بلاغت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن کی تمام سورتیں حسن مطلع و مقطع میں انتہاء پر ہیں۔ بعض نے یہ گمان کیا کہ قرآن پاک کے انتقالات اقتضاب [1] کے قبیل سے ہیں، کیونکہ یہ مختلف واقعات کے بارے میں نازل ہوا ہے، اور کئی ایک لوگوں کا یہ قول ان کے خلاف جاتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی سورتوں اور آیتوں کے مابین تناسب ایک علم عظیم ہے جو عام علماء پر مخفی ہے اور ان کی اس بارے میں کئی ایک تالیفات ہیں۔

## اختتامی گفتگو

بہر حال حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن کریم کے اسرار ریگستان کی ریت اور سمندروں کے قطروں سے بھی کثیر ہیں، تو جس پر ان میں سے کسی کا انکشاف ہو تو وہ اللہ کی حمد کرے تو یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ عزوجل بڑے فضل والا ہے۔

مؤلف عبد العزیز بن احمد بن حامد فرماتے ہیں: اللہ انہیں عمدہ جزاء دے اور ان پر فضل کے ڈول انڈیلے تو اس رسالے کا اختتام عصر کے وقت جمعہ کے دن 17 صفر المظفر 1236 ہجری کو ہوا آمین فا آمین

1: النقلة الی ما لا یلائم السیاق ۱۲۔